قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا۔۔ (آل عمران:۱۳)

غزوہ بدر

نگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مُفتی ساجدُ الرّحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر

جامعۃ الحسن ساہیوال

نگرانِ مقالہ

حضرت مولانا مُفتی اسامہ طارق صاحب حفظہ اللہ

مقالہ نگار

محمد شعیب

فاضل: جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

شريك كلية الفنون 2023 2024

جامعة الحسن ساهيوال

ادارۃ الحسن ساہیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس پہلی قلمی کاوش کو اپنے تمام محسنین کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن میں سر فہرست آقائے دوجہاں سرور کونین محبوب خدا حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے، میں کیا پوری امت ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتی۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات کے بعد بندہ کے سب سے بڑے محسن و مشفق والدین واساتذہ کرام اور بڑے بھائی صاحب ہیں، پوری زندگی خدمت کرنے کے باوجود ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا، جن کی مخلصانہ جدوجہد، نیک دعاؤں اور آرزوؤں کی بدولت رب ذوالجلال نے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالی ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

اپنے مخلص و مربی اساتذہ کرام بالخصوص خلیفہ شفیق الامت (حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہ)، استاذالعلماء مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم کے نام، جن کی شفقتوں اور تعلیم وتربیت میں بے لوث جدوجہد نے احقر کو کسی قابل بنایا۔

اپنے گلشن جامعہ خلفاءراشدین احمد پور شرقیہ کے نام جو میرا مادر علمی ہے، جس کے آغوش تربیت اور پر کیف فضاؤں میں اس وقت قلم پکڑنا اور لکھنا سیکھا، جب ایک سطر لکھنا بھی میرے بس میں نہ تھا، جس کے نورانی ماحول میں تعلیمی سفر کا پہلا قدم اٹھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کے نام جہاں پر میں نے سند حدیث حاصل کی، اس عظیم گلشن لدھیانوی کی آغوش میں تعلیمی سفر کا اختتام ہوا اور جامعۃ الحسن ساہیوال، جس کے علمی، تحقیقی، تصنیفی اور روحانی ماحول سے ذوق وشوق پاکر یہ تحریر وجود میں آئی، اس کی نسبت ان تینوں اداروں کی طرف کرنا باعث فخر سمجھتا ہوں۔ اللہ پاک ان اداروں کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں اور ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

اظہار تشکر

اس مقالہ کے لکھنے میں جن حضرات نے میری مدد اور حوصلہ افزائی کی یا کسی بھی طرح اس تحریر کے وجود میں آنے کا سبب بنے، میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں اور جن کی تعلیم وتربیت، نیک تمناؤں اور پر خلوص دعاؤں سے میں اس قابل ہوا کہ چند سطریں تحریر کرسکوں، بالخصوص جن حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں، وہ میرے مشفق والدین اور بڑے بھائی صاحب ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ میں جامعۃ الحسن ساہیوال کے نہایت شفیق، مزاج شناس ورجال ساز، صدر جامعہ، مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہ، ان کے ساتھ ساتھ مفتی ادریس صاحب حفظہ اللہ، مفتی عبدالماجد عارفی صاحب حفظہ اللہ، مفتی قاسم صدیق صاحب حفظہ اللہ اور نگران مقالہ مفتی اسامہ طارق صاحب حفظہ اللہ کا بے حد مشکور ہوں کہ جنہوں نے مقالہ لکھنے میں میرا حوصلہ بڑھایا اور ترغیب دی، میری زبان ان حضرات کا حق تشکر ادا کرنے سے قاصر ہے، اللہ تعالی ان حضرات کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	مقدمہ	5	21	عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب	15
2	ہجرت اول: حبشہ کی طرف ہجرت	6	22	لشکر کفار کی تیاریاں اور سامان جنگ	16
3	ہجرت ثانی: مدینہ کی طرف ہجرت	6	23	ابو سفیان کا تجارتی قافلہ بچ کر نکل گیا	18
4	جہاد کرنے کی اجازت	6	24	قریش کی طرف ابوسفیان کا خط	18
5	کفار مکہ کی سازشیں اور لڑائیوں کا آغاز	7	25	بنی زہرہ کو لے کر اخنس کی واپسی	18
6	یہود مدینہ سے معاہدہ	7	26	جہیم بن الصلت کا خواب	19
7	غزوہ اور سریہ کسے کہتے ہیں؟	8	27	بدر میں دونوں لشکروں کا پڑاؤ	20
8	غزوات اور سرایا کی تعداد	8	28	میدان بدر	20
9	علم المغازی (غزوات کے علم) کی اہمیت	8	29	نبی کریم ﷺ کی شب بیداری	21
10	کفار مکہ کے تجارتی قافلے کا تعاقب	8	30	مشرکین کا لشکر اسلام کو قلیل سمجھنا	21
11	مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا پہلا کافر	9	31	جنگ بدر میں کفار کی قتل گاہیں	21
12	جنگ بدر کے اسباب	9	32	جنگ کی تیاری	22
13	لشکر اسلام کی روانگی	10	33	خطبہ خاتم النبیین ﷺ	22
14	مسلمانوں کا سامان جنگ	10	34	مشرکین کی صف بندی	23
15	بدر ایک کنویں کا نام ہے	11	35	عتبہ کا اپنے بھائی، بیٹے سمیت مقابلہ کے لئے نکلنا	23
16	انصار اور مہاجرین کا جذبہ جہاد	11	36	انفرادی مقابلے میں کفار کو شکست	24
17	قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ	11	37	حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی شہادت	24
18	انصار کا اظہار جانثاری	12	38	ابو جہل کی اپنے خلاف بد دعا	24
19	سیدنا موسی علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا سلوک	14	39	باقاعدہ جنگ کا آغاز	24
20	بحکم آقا ﷺ، عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے	15	40	حضور ﷺ کی دعا اور ملائکہ کا نزول	24

41	حضور ﷺ کا کفار کی طرف کنکریاں پھینکنا	26	55	مدینہ منورہ واپسی اور دو قیدیوں کا قتل	32
42	کفار ہتھیار ڈال کر بھاگ نکلے	26	56	مال غنیمت کی تقسیم	32
43	فرشتوں کو جہاد و قتال کی تعلیم	27	57	اہل مدینہ کا جوش استقبال	32
44	حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار	27	58	قیدیوں کے بارے میں مشورہ	32
45	ابوالبختری کو قتل نہ کرنا	27	59	اسیران بدر کی تقسیم	33
46	امیہ بن خلف کا قتل	28	60	فدیہ لینے پر عتاب الٰہی	33
47	ابو جہل کا قتل	28	61	حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ	34
48	معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی شہادت	29	62	ابوالعاص بن الربیع (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ	34
49	عبیدہ بن سعید کا قتل	29	63	ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا عمرو	35
50	حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کی گرفتاری	29	64	تعداد بدریین میں اختلاف	35
51	اس امت کا فرعون	29	65	اہل بدر میں شمار کیے جانے والے صحابہ کرام	35
52	مقتولین بدر کی لاشوں کا کنویں میں ڈلوانا	30	66	اسماء بدریین مہاجرین	36
53	شہدائے بدر	30	67	اسماء بدریین انصار	37
54	فتح کی بشارت	31	68	مراجع و مصادر	43

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدی ومولای رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ورضی اللہ عن قادۃ الفتح الاسلامی وجنودہ الغر المیامین۔

زیر نظر مقالہ اسلام کی اس عظیم جنگ کے بارے میں ہے، جس کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یوم الفرقان کے نام سے ذکر فرمایاہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ دین اسلام کی دعوت اور اپنی عبادات میں مصروف رہے، کفار مکہ نہتے مسلمانوں کو تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے، ان حالات کے پیش نظر پہلے آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور پھر خود ہجرت فرمائی، اس کے بعد آیتِ جہاد نازل ہوئی اور کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی گئی، پھر مسلمانوں اور کفار کے درمیاں لڑائیاں شروع ہوئیں، حضور ﷺ کے ہجرت فرمانے کے بعد بھی کفار باز نہ آئے اور مدینہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگے اور یہودِ مدینہ سے بھی خفیہ رابطے شروع کر دیے، اس کے بعد کفار کے ایک سردار نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کیا اور وہاں سے اونٹ ساتھ لے گئے، ان حالات میں حضور ﷺ نے ان کی معاشی لائن کاٹنے کے لئے اقدامات فرمائے، ایک سریہ میں کفار کا ایک شخص مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کے ایک تجارتی قافلے کا راستہ روکنے کے لئے روانہ ہوئے جو پہلے ملک شام جاتے ہوئے ہاتھ سے نکل گیا تھا، اب وہی قافلہ ملک شام سے واپس آرہا تھا، اسی کے نتیجے میں غزوہ بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا۔ اس عظیم جنگ میں مسلمانوں کا لشکر بہت تھوڑا اور سامانِ جنگ انتہائی کم تھا، مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کا لشکر تین گنا بڑا تھا اور اس کا سامان جنگ بھی ہر طرح سے لشکر اسلام سے زیادہ تھا، بدر میں جہاں پر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا وہ جگہ بھی اتنی مناسب نہ تھی، کفار کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ اچھی تھی، پھر اللہ تعالی نے بارش برسائی، جو مسلمانوں کے لئے رحمت اور کفار کے لئے زحمت ثابت ہوئی، اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا اور کفار کو تکلیف پہنچی، باقاعدہ جنگ میں پہلے انفرادی مقابلے کا میدان سجا اور اس میں مسلمانوں کو اللہ تعالی نے فتح نصیب فرمائی، پھر دوبدو جنگ شروع ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام کی مدد کے لئے اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے تھے اور اللہ تعالی کو اس کے وعدے کی قسمیں دلا رہے تھے، تو اللہ تعالی نے فرشتوں کے ذریعے لشکر اسلام کی مدد فرمائی، کفار کو ایسی عبرت ناک شکست ہوئی جس سے ان کی شان و شوکت بالکل جاتی رہی، ان کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر آدمی گرفتار ہوئے، لشکر اسلام میں سے چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کا جام نوش فرمایا، جنگ کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ اور مدینہ کے اطراف میں فتح کی خوشخبری کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا، پھر آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں دو قیدیوں کو قتل کیا گیا جو گستاخ رسول تھے، مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ فرمایا اور فدیہ لے کر ان قیدیوں کو آزاد کر دیا، جو فدیے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ان کو بغیر فدیے کے آزاد کیا۔ اللہ تعالی تاریخ اسلام کے اس عظیم معرکے اور یوم فرقان کے حق میں بندے کی اس ادنی سی کاوش کو قبول و منظور فرمائیں۔ آمین۔

محمد شعیب، احمد پوری

شریک کلیۃ الفنون: جامعۃ الحسن ساہیوال

29-02-2024/18-08-1445

جنگ بدر کا پس منظر

ہجرت اول: حبشہ کی طرف ہجرت:

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم وستم سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت دو عالم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ ہجرت کر کے حبشہ میں امن و سکون کی حالت میں رہنے لگا، لیکن کفار مکہ کو یہ کب گوارا تھا کہ مسلمان امن اور چین کے حالت میں رہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے کچھ شریر لوگ حبشہ بھیجے تاکہ وہاں بھی مسلمانوں کا جینا دوبھر (یعنی مشکل) کر دیں۔ (سیرت المصطفی: 1/193، الحسن)

ہجرت ثانی: مدینہ منورہ کی طرف ہجرت:

اعلان نبوت کے دس سال بعد تک مسلمان اسی طرح کفار کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہے، بالآخر اللہ کریم کے حکم سے مسلمانوں نے اور خود پیارے آقا ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ اعلان نبوت سے لے کر ہجرت کے پہلے سال تک مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں کو صبر و تحمل سے برداشت کر کے دلائل اور موعظہ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم تھا۔ (سیرت المصطفی: 1/321، الحسن)

جہاد کرنے کی اجازت:

جب سارے کفارمکہ اور مدینہ کے یہودی ان مٹھی بھر مسلمانوں کے مخالف ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو سرے سے ختم کر دینے کا عزم کر لیا تو اللہ پاک نے مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت دی۔

چنانچہ اللہ پاک پارہ 17 سورہ الحج کی آیت نمبر 39 میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُۙ (الحج: 39)

ترجمہ: " جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔"

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار مکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہاتھ اور زبان سے شدید اِیذائیں دیتے اور تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے اور کوئی دن ان کی تکلیفوں سے خالی نہ گزرتا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ سے کفار کے ظلم وستم اور ان کے مقابلے میں جہاد کی اجازت مانگتے تھے تو حضور ﷺ فرماتے کہ مجھے ابھی تک قتال کی اجازت نہیں دی گئی تم صبر و تحمل سے کام لو، یہ سلسلہ دس سال تک اسی طرح چلتا رہا۔

جب نبی کریم ﷺ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیے گئے تو مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے، اب ان کی ہلاکت کا وقت آگیا ہے، مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد آیت مذکورہ نازل ہوئی (جس میں مسلمانوں کو کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی گئی) (معارف القرآن: 6/269، المعارف)

اس آیت کریمہ کے نزول بعد سے غزوات اور سرایا کا آغاز ہوا۔

کفار مکہ کی سازشیں اور لڑائیوں کا آغاز:

اللہ پاک کے آخری نبی، رسول ہاشمی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا سب مال و متاع مکے میں چھوڑ کر نہایت بے کسی کی حالت میں مدینے کو ہجرت کی۔ اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کفار مکہ مسلمانوں کی دشمنی کو چھوڑ دیتے کیونکہ مسلمان ان کے شہر سے چلے گئے لیکن ان دین اسلام کے دشمنوں کے غضب کو اور زیادہ آگ لگ گئی۔ اب تو یہ مدینے والوں کے بھی دشمن بن گئے، انہیں بھی دھمکیاں دینے لگے۔ چنانچہ

"حضرت عبد الرحمن بن کعب بن مالک حضور ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تھے تو کفار مکہ نے ابن ابی اور اوس و خزرج میں سے جو لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے پاس ایک خط بھیجا کہ تم نے ہمارے ساتھی (یعنی محمد ﷺ) کو پناہ دے رکھی ہے اور ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ان سے ضرور قتال کریں گے یا تم ان کو نکال دو یا ہم تمہاری طرف آئیں گے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں تک کہ تمہارے لڑنے والوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو باندیاں بنائیں گے، جب یہ خط ابن ابی اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کے پاس پہنچا تو وہ نبی کریم ﷺ سے لڑنے کے لئے جمع ہوئے، جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ ان سے ملے اور فرمایا کہ تم کو کفار کی دھمکیاں پہنچی ہیں، اس سے تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچے گا جتنا کہ تم خود اپنے آپ کو نقصان پہچانا چاہتے ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ قتل کروا اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں کو، جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو وہ منتشر ہو گئے۔" (ابو داؤد: 2/ 73، رحمانیہ)

یہود مدینہ سے معاہدہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر عہد نامہ ہے محمد نبی امی (ﷺ) کی طرف سے درمیان مسلمانان قریش و یثرب کے اور یہود کے کہ جو مسلمان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ الحاق چاہیں، ہر فریق اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر امور ذیل کا پابند ہو گا۔ قصاص اور خون بہا کے جو طریقے قدیم زمانہ سے چلے آرہے ہیں وہ عدل اور انصاف کے ساتھ بدستور قائم رہیں گے۔ ہر گروہ کو عدل اور انصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینا ہو گا، یعنی قبیلہ کا جو قیدی ہو گا اس قیدی کے چھڑانے کے لئے زر فدیہ کا دینا اسی قبیلہ کے ذمہ ہو گا۔ ظلم، اثم، عدوان اور فساد کے مقابلہ میں سب متفق رہیں گے۔ اس بارے میں کسی کی رعایت نہ کی جائے گی اگرچہ وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی کافر کے مقابلہ میں قتل کرنے کا مجاز نہ ہو گا اور نہ کسی مسلمان کے مقابلہ میں کسی کافر کی کسی قسم کی مدد کی اجازت ہو گی۔ ایک ادنی مسلمان کو پناہ دینے وہی حق حاصل ہو گا جیسا کہ ایک بڑے رتبہ کے مسلمان کو ہو گا۔ جو یہود مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں گے، ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہو گی۔ ان پر نہ کسی قسم کا ظلم ہو گا اور نہ ان کے مقابلے میں ان کے دشمنوں کی کوئی مدد کی جائے گی۔ کسی کافر اور مشرک کو یہ حق نہ ہو گا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ دے سکے یا قریش اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو۔ بوقت جنگ یہود کو جان و مال سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہو گا۔ مسلمانوں کے خلاف مدد کی جازت نہ ہو گی۔ نبی کریم ﷺ کا کوئی دشمن اگر مدینہ پر حملہ کرے تو یہود پر آنحضرت ﷺ کی مدد لازم ہو گی۔ جو قبائل اس عہد اور حلف میں شریک ہیں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اس حلف اور عہد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے تو بغیر نبی کریم ﷺ کی اجازت کے علیحدگی کا مجاز نہ ہو گا، کسی فتنہ ڈالنے والے کی مدد یا اس کو ٹھکانہ دینے کی اجازت نہ ہو گی اور جو شخص کسی بدعتی کی مدد کرے گا یا اس کو ٹھکانہ دے گا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، قیامت تک اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو گا، اگر مسلمان کسی سے صلح کرنا چاہیں گے تو یہود کو بھی اس صلح میں شریک ہونا ضروری ہو گا، جو کسی مسلمان کو قتل کرے گا اور شہادت موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا الا یہ کہ ولی مقتول دیت وغیرہ پر راضی ہو جائے، جب کبھی کوئی جھگڑا یا کوئی باہمی اختلاف آئے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(سیرت المصطفی: 1/ 408، الحسن)

اس سلسلے میں کفار اور ان کے مختلف حلیفوں سے ٹکراؤشروع ہوا۔ پھر کفار کے ساتھ چھوٹی بڑی کئی لڑائیاں ہوئیں جنہیں تاریخ اسلام میں غزوات اور سرایا کا نام دیا جاتا ہے۔

غزوہ اور سریہ کسے کہتے ہیں؟

غزوہ سے مراد وہ جنگ ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے ہوں چاہے اس میں قتال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔
(فتح الباری:7/356،قدیمی)

سریہ سے مراد وہ جنگ ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو امیر بنا کر بھیجا ہو۔(فیض الباری:5/3،رشیدیہ)

غزوہ کی جمع "غزوات" سریہ کی جمع "سرایا" ہے۔

غزوات اور سرایا کی تعداد:

حضور نبی کریم ﷺ کے غزوات کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، مشہور قول ستائیس(27) کا ہے جو کہ ابن سعد اور دیگر حضرات سے مروی ہے، جبکہ دیگر اقوال میں 24،21،19 کا بھی ذکر ہے جو کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا ہے، تعداد کا یہ اختلاف اس لیے ہے کہ بعض حضرات نے سفر قریب قریب ہونے کی وجہ سے انہیں ایک شمار کیا، یا یہ کہ انہیں بعض غزوات کا علم نہ ہو سکا۔(نصر الباری:8/11،الشیخ)

سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے، ابن سعد سے چالیس، ابن عبد البر سے پینتیس، محمد بن اسحاق سے اڑتیس، واقدی سے اڑتالیس اور ابن جوزی سے چھپن کی تعداد منقول ہے۔(سیرت المصطفی:2/45،الحسن)

علم المغازی(غزوات کے علم) کی اہمیت:

غزوات مصطفی ﷺ کا باب بڑی اہمیت کا حامل ہے۔غزوات کا علم بڑی شان و شوکت والا علم ہے کیونکہ ان جنگوں کو خود پیارے آقا ﷺ سے نسبت ہے اور جس چیز کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے تو وہ شان والی ہوجاتی ہے۔آخری نبی ﷺ کی سیرت کا بڑا حصہ غزوات پر مشتمل ہے اور اس میں ہمارے لیے سیکھنے اور سمجھنے کو بہت کچھ ہے۔چنانچہ علم المغازی کی اہمیت پر دو قول ملاحظہ ہوں۔

1۔امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہزادے ،تابعی بزرگ ، امام زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"کنا نعلم مغازی رسول اللہ ﷺ کما نعلم السورۃ من القرآن" ترجمہ: ہمیں غزوات رسول ﷺ کے متعلق بھی قرآن پاک کی سورتوں کی طرح معلومات دی جاتیں۔
(سبل الھدی و الرشاد: 4/10،نعمانیہ)

2۔صحابی رسول ، حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ہمیں غزوات رسول اللہ ﷺ کی تعلیم دیتے تھے اور فرماتے تھے ،"یا بنی ھذہ شرف آبائکم فلا تضیعوا ذکرھا" اے میرے بیٹے یہ تمہارے آباؤ اجداد کا شرف ہے لہذا ان کو ضائع مت کرنا۔(سبل الھدی و الرشاد:4/10،نعمانیہ)

کفار مکہ کے تجارتی قافلہ کا تعاقب:

ماہ جمادی الآخرہ 2 ہجری کو کفار مکہ کا ایک قافلہ تجارت کا سامان لے کر مکہ سے ملک شام جارہا تھا، حضور ﷺ نے دو سو مہاجرین صحابہ کو ساتھ لے کر اس قافلے کا راستہ روکنے کے لیے مقام "ذی العشیرہ" تک تشریف لے گئے، جو ینبع کے قریب ہے اور مدینہ میں حضرت ابو سلمہ

بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ بہت آگے بڑھ گیا ہے، اس میں کوئی لڑائی وغیرہ نہیں ہوئی اور بنی مدلج سے معاہدہ کرکے بغیر جنگ کیے مدینہ میں واپس ہوئے۔ (الطبقات الکبری:1/253، عمریہ)

مقام " ذی العشیرہ "کی وجہ سے اس غزوہ کو" غزوہ ذی العشیرہ" کہتے ہیں۔

مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا پہلا کافر:

ماہ رجب سن 2 ہجری میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر 11مہاجرین کے ایک قافلہ کے ہمراہ مقام نخلہ کی طرف بھیجا جو طائف اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایات فرمائیں کہ تم نخلہ میں ٹھہر کر قریش کے قافلوں پر نظر رکھو اور ہمیں صورت حال کی خبر دیتے رہنا، راستے میں حضرت سعد وعتبہ رضی اللہ عنہما کا اونٹ گم ہوگیا، اس لیے یہ دونوں حضرات اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے، بقیہ صحابہ کرام جب مقام نخلہ پہنچے تو اسی دن کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا تھا جس کا سربراہ عمرو بن الحضرمی تھا، چنانچہ حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن حضرمی کو ایسا تیر مارا جس سے وہ مرگیا اس کے مرتے ہی قافلے والے پریشانی کی حالت میں بھاگ اٹھے اور مسلمانوں نے قافلے کے تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا، عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا، اس وقت تک تقسیم غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے چار خمس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تقسیم کردیے اور ایک خمس (پانچواں حصہ) حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ چھوڑا، اس کے بعد مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے ، عمر بن حضرمی وہ پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ (الطبقات الکبری:1/253، عمریہ)

جنگ بدر کے اسباب:

مسلمانوں کی کافروں کے ساتھ جو پہلی سب سے بڑی جنگ ہوئی اسے "غزوہ بدر" کہتے ہیں۔ غزوہ بدر کا ایک سبب تو عمرو بن حضرمی کا فر کا قتل تھا۔ اس قتل کی وجہ سے کفار قریش میں انتقام کی آگ موجود تھی، جو مقام نخلہ میں حضرت واقد بن عبداللہ کے تیر مارنے سے قتل ہوا تھا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام نخلہ کی طرف بھیجا تھا۔ (تاریخ طبری:2/421، روائع التراث)

شروع رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا قافلہ تجارتی مال سے بھرا ہوا ہے، تم اس کی طرف چلو عجب نہیں کہ اللہ تعالی تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمادے۔

چونکہ جنگ اور قتل وقتال کا وہم وگمان بھی نہ تھا، اس وجہ سے بغیر جنگ کی تیاری کے مدینہ سے چل پڑے، اس بات کا ابوسفیان (جو اس وقت مسلمان نہیں تھے) کو بھی اندیشہ تھا کہ کوئی واقعہ ہوگا، جب وہ حجاز کے قریب پہنچا تو راستے میں آنے والے ہر مسافر سے حال پوچھتا آخر انہیں ایک قافلے سے خبر ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام قافلے کے لیے نکل پڑے ہیں تو ابوسفیان نے صورتحال ایک تیز رو قاصد ضمضم غفاری کو دے کر کو مکہ کی طرف روانہ کیا کہ مکہ والے اپنے قافلے کی خبرلیں اور اسکی مدد کو پہنچیں۔

(حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی تقریر)

"لم اتخلف عن رسول الله ﷺ فی غزوة غزاها الا فی غزوة تبوك غیر انی تخلفت عن غزوة بدر ولم یعاتب احد تخلف عنها انما خرج رسول الله ﷺ یرید عیر قریش حتی جمع الله بینهم وبین عدوهم علی غیر میعاد۔۔۔"

ترجمہ: میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ہوں، مگر غزوہ تبوک کے علاوہ غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا، لیکن غزوہ بدر سے پیچھے رہ جانے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ صرف قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے اتفاق کے مطابق، بغیر کسی ارادہ کے اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔" (صحیح البخاری:2/114، رحمانیہ)

ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ وہی قافلہ تھا جس کے لیے آپ ﷺ نے غزوہ ذی العشیرہ میں دو سو مہاجرین کو لے کر نکلے تھے، اب یہ قافلہ شام سے واپس آرہا تھا، چونکہ آپ ﷺ کا نکلنا صرف قافلہ کی غرض سے تھا اس وجہ سے جلدی میں بہت تھوڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے ہمراہ ہوسکے کیونکہ یہ سفر جہاد و قتال کے لیے نہ تھا اس لیے نہ جانے والوں پر کسی قسم کا کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔
(سیرت المصطفی:2/55،57،56، الحسن)

لشکر اسلام کی روانگی:

بارہ رمضان المبارک کو حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے جس کی تعداد عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق (313) تین سو تیرہ تھی اور ابو ایوب انصاری کی روایت کے مطابق (314) تین سو چودہ تھی اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کے مطابق (315) تین سو پندرہ تھی۔

چونکہ کسی مسلح فوج کے ساتھ اور مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جمع ہوسکے اور جانے کے لئے آمادہ ہوئے وہ جمع ہوئے اور روانہ ہوئے۔ انہوں نے جنگ کی کوئی تیاری نہیں کی۔

بیر ابی عنبہ جو مدینہ طیبہ سے بالکل قریب ایک میل کے فاصلے پر ہے، وہاں جاکر آپ ﷺ نے جماعت کا معائنہ کیا اور ان میں جو کم سن تھے ان کو واپس کر دیا، وہاں سے روانہ ہوئے اور مقام روحاء پر پہنچے، وہاں آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے حاکم کی حیثیت سے اپنا قائم مقام بنا کر مدینہ روانہ کر دیا، پھر روحاء سے آپ ﷺ روانہ ہوئے راستے میں آپؐ نے بسبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغباء جہنی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ قریش کے حالات کا پتہ لگائیں اور قافلہ کے متعلق بھی معلوم کریں، اس کے بعد آپ ﷺ مقام صفراء پر پہنچے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کے قافلہ تجارت کے لئے مکہ سے لشکر جرار روانہ ہوا ہے۔ یہ اطلاع بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء رضی اللہ عنہما نے دی۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 50، فاروقیہ)

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہفتے کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے (مہینہ کی) بارہ (12) راتیں گزر چکی تھیں اور ابن ہشام کہتے ہیں آٹھ (8) راتیں گزر چکی تھیں اور بیر عنبہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے اپنے لشکر کو مرتب کیا جو مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلے پر تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو چھوٹی عمر کے تھے ان کو واپس کر دیا۔ لوٹنے والو میں عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن حضیر، زید بن ارقم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو واپس جانے کے لئے فرمایا تو وہ رو پڑے پھر آپ ﷺ نے حضرت عمیر بن ابی وقاص کو اجازت دے دی ان کی عمر سولہ (16) سال تھی اور وہ بدر میں شہید ہوئے۔
(سبل الهدی والرشاد:4/23، نعمانیہ)

مسلمانوں کا سامان جنگ:

آپ ﷺ کے اس لشکر میں جس کو آپ علیہ السلام لے کر چلے، ان کا سامان جنگ مشہور قول کے مطابق صرف اتنا تھا کہ اس میں دو گھوڑے تھے: ایک حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا اس کو سبحہ کہا جاتا ہے اور دوسرا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا اس کو یعسوب کہا جاتا ہے اور قافلے میں ستر اونٹ تھے جن پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باری باری سوار ہوتے تھے۔

ابن سعد کی یزید بن رومان سے ایک روایت ہے کہ لشکر میں تین گھوڑے تھے، تیسرا گھوڑا حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کا تھا اس کو سیل کہاجاتا ہے،اس لشکر میں مسلمانوں کی تعداد 313 تھی،جب آپ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ اس پر خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ اصحاب طالوت کی تعداد تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن ہم ایک اونٹ پر تین تین آدمی سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابولبابہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما اور رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ پر سوار تھے،جب رسول اللہ ﷺ کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ سوار ہو جایئے ہم آپ کی طرف سے پیدل چلیں گے تو آپ ﷺ فرماتے تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے پر طاقت نہیں رکھتے اور میں تم دونوں سے اجر وثواب کے بارے میں زیادہ مستغنی نہیں ہوں اور اس سے قبل رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مقام روحاء سے واپس لوٹا دیا تھا، پھر حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہما (سفر میں) آپ ﷺ کے ساتھی تھے۔ (سبل الھدی والرشاد:4/24،نعمانیہ)

بدر ایک کنویں کا نام ہے:

بدر مدینہ منورہ سے 80 میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ نے اس کو آباد کیا تھا ، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ بدر الحارث نے اس کو آباد کیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا اس کا نام بدر تھا اس کی بنیاد پر اس بستی کا نام بدر رکھا گیا ۔(کشف الباری: کتاب المغازی:55،فاروقیہ)

بدر مدینہ منورہ سے 80 میل کے فاصلے پرواقع ایک گاؤں کا نام ہے۔جہاں زمانہ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔موجودہ روڈ کے اعتبار سے یہ تقریبا 152 کلومیٹر کا سفر ہے۔جہاں ایک کنواں بھی تھا۔جس کے مالک کا نام" بدر " تھا،اسی کے نام پر اس کا نام بدر رکھ دیا گیا. اسی مقام پر جنگ بدر کا وہ عظیم معرکہ ہوا۔جس میں کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو وہ عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد اسلام کی عزت اور اقبال کا پرچم اتنا سر بلند ہو گیا کہ کفار قریش کی عظمت وشوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔ جس دن جنگ بدر کا عظیم معرکہ پیش آیااللہ پاک نے اس دن کا نام یوم الفرقان رکھا۔

انصاراور مہاجرین کا جذبہ جہاد:

"حضرت ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت آپ ؐ کے پاس ابوسفیان کے آنے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) مشورہ کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ !کیا آپ ﷺ ہمارا ارادہ رکھتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں تو ہم اس میں چھلانگ لگا دیں گے اور اگر آپ ؐ ہمیں اپنی سواریوں کو برک غماد تک لے جانے کا حکم دیں گے تو ہم ایسا بھی کر گزریں گے۔" (مسلم:2/111،رحمانیہ)

قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ:

جب آپ ﷺ چلے تو ایک یا دو دن روزہ رکھا، پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی: اے نافرمانو! میں روزہ توڑنے والا ہوں تم بھی توڑ دو، یہ اس وجہ سے فرمایا کیونکہ اس سے پہلے بھی آپ ﷺ نے ان کو روزہ توڑنے کا فرمایا تھا ، تو انہوں نے نہیں توڑا تھا، آپ ﷺ سوار

ہوئے اور ان کے پاس آئے، پس صفراء کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ ایک بستی ہے دو پہاڑوں کے درمیان، آپ ﷺ نے ان دونوں پہاڑوں کے ناموں کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے ایک کو مسلح کہاجاتاہے اور دوسرے کو مخری (کہاجاتاہے) اور ان کے رہنے والوں کے متعلق سوال کیا؟ تو کہا گیا کہ ایک بنو النار (والے) اور دوسرے بنو حراق (والے) ہیں بنو غفار کی شاخیں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو اور ان کے درمیان سے گزرنے کو ناپسند کیا، آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور صفراء کو بائیں جانب کیا اور اس وادی کی دائیں جانب چل پڑے جس کو ذفران کہاجاتاہے، پھر آپ ﷺ اترے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ مقام صفراء پر پہنچے تو آپ کے پاس قریش کی روانگی کی اطلاع آئی۔ اس وقت آپ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فورا کھڑے ہوگئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا اور بسر و چشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا۔

انصار کا اظہار جانثاری (حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا خطبہ):

(امض لما امرك الله (تعالى)، فنحن معك، والله لانقول لك كما قال قوم موسى لموسى: (فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ) (المائدہ:۲۴) ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون، ولكنا نقاتل عن يمينك وعن شمالك وبين يديك وخلفك۔

"حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجیے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم آپ کو ایسے نہیں گے جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا (اگر ان سے لڑنا ہے تو) بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں،، ہم ان کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔ ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مقداد کے لئے دعا فرمائی۔ (سبل الھدی والرشاد: 4/26، نعمانیہ)

موسی بن عقبہ اور ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ نے قریش کو عزت دی ہے، عزت ملنے کے بعد سے ذلیل نہیں ہوئے اور نہ ایمان لائے ہیں جب سے کفر (اختیار) کیا ہے، اللہ کی قسم وہ ضرور آپ کے ساتھ قتال کریں گے، تو آپ اچھی طرح لشکر کو تیار کریں (ان کے مقابلہ کے لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات ختم ہوئی، پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ مشورہ کیا، تو انصار سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے (آمین) انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ ہم سے تعارض کر رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا جی ہاں، اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے زبردست تقریر کی جو آگے آرہی ہے۔

(حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر)

اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول الله قد آمنا بك و صدقناك و شهدنا ان ما جئت به هو الحق و اعطيناك على ذلك عهودنا و مواثيق على السمع و الطاعة، فامض لما اردت ولعلك يا رسول الله تخشى ان تكون الانصار ترى عليها الا ينصروك الا في ديارهم ---- الى آخره۔

یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں، آپ کیجئے جو آپ کا ارادہ ہے، شاید کہ آپ (ﷺ) کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ انصار صرف اپنے گھروں (یعنی مدینہ) میں مدد کریں گے تو میں انصار کی طرف سے کہتا ہوں اور ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں، جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا جو حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور اگر آپ ہم کو برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا، ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے، البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہیں اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں، جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا، فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ (اگر ان سے لڑنا ہے تو) بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ لیکن آپ اور آپ کا رب لڑنے جائیں تو ہم بھی آپ کی اتباع کریں گے، پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلیے۔"

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک (خوشی سے) چمک اٹھا اور سعد کی بات سے خوش ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کا اور مجھ کو قوم کفار کے بچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلادی گئی ہیں اور ناپسند کیا ایک جماعت نے دشمن سے ملنے کو۔ (سبل الھدی والرشاد:4/26، نعمانیہ)

تنبیہ:

بعض روایات میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بجائے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحیح نہیں، راوی کا وہم ہے اس لئے کہ سعد بن عبادہ بالاتفاق بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔۔

" وقال تعالی: (وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ) (الانفال:7،8)

ترجمہ: اور وہ وقت کو یاد کرو جب اللہ تم سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے کوئی ایک تمہارا ہوگا اور وہ تمہاری خواہش تھی کہ جس گروہ میں (خطرے کا) کوئی کانٹا نہیں تھا وہ تمہیں ملے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے احکام سے حق کو حق اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔ تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے چاہے مجرم لوگوں کو یہ بات کتنی ناگوار ہو۔"

راوی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے مقداد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قافلہ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا فرمائے۔ ہم نے عرض کیا، بہتر ہے اور روانہ ہوگئے، جب ایک دو دن کا راستہ طے کرچکے، تب آپ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہوجانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تامل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اظہار جان نثاری فرمایا۔ کاش ہم سب ایسا ہی کہتے

جیسا مقداد نے کہا۔یعنی کاش ابتداء ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کہا، دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے۔ چنانچہ مسند احمد میں باسناد حسن مروی ہے۔

(قال اصحاب رسول اللہ ﷺ لانقول کما قالت بنو اسرائیل ولکن انطلق انت وربك فقاتلا انا معکم)

رسول اللہ ﷺ کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔

باجود اس شافی اور کافی جواب کے آپ نے تیسری بار پھر یہی ارشاد فرمایا:

(اشیروا علیّ ایھا الناس) اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔

سردار انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم افصح العرب والعجم ﷺ کے اس بلیغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا، یا رسول اللہ! شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے، آپ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تقریر پچھلے صفحہ پر گزر چکی ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا سلوک:

"قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔(المائدۃ:23)

ترجمہ :جو لوگ (خدا کا) خوف رکھتے تھے، ان میں سے دو مرد جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تھا بول اٹھے کہ تم ان پر چڑھائی کرکے (شہر کے) دروازے میں گھس تو جاؤ جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اور اپنا بھروسہ صرف اللہ پر رکھو اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو۔"

"قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔(المائدۃ:24)

ترجمہ: وہ کہنے لگے اے موسی! جب تک وہ لوگ اس (ملک) میں موجود ہیں ہم ہرگز ہرگز اس میں قدم نہیں رکھیں گے (اگر ان سے لڑنا ہے تو) بس تم اور تمہارا رب چلے جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ان دو بزرگوں نے اپنی برادری کو یہ نصیحت فرمائی کہ عمالقہ (ایک قوم کا نام ہے) کی ظاہری قوت و شوکت سے نہ گھبرائیں۔ اللہ پر توکل کرکے بیت المقدس کے دروازے تک چلے چلیں تو فتح اور غلبہ ان کا ہے۔ ان دو بزرگوں کا یہ فیصلہ کہ دروازہ تک پہنچنے کے بعد ان کو غلبہ ضرور حاصل ہو جائے گا اور دشمن شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ قوم عمالقہ کے جائزہ لینے کی بنا پر ہو کہ وہ لوگ بڑے ڈیل ڈول اور طاقت و قوت کے باوجود دل کے کچے ہیں۔ جب حملہ کی خبر پائیں گے تو ٹھہر نہ سکیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرمان الٰہی جو بطور بشارت فتح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سن چکے تھے۔ اس پر یقین کامل ہونے کی وجہ سے فرمایا ہو۔

مگر بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ سنی تو ان دونوں بزرگوں کی کیا سنتے۔ پھر وہی جواب اور زیادہ بھونڈے انداز سے دیا کہ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ یعنی آپ اور آپ کے اللہ میاں ہی جا کر ان سے مقابلہ کریں۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ بنی اسرائیل کا یہ کلمہ اگر استہزاء کے طور پر ہوتا تو صریح کفر تھا اور اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ رہنا، ان کے لئے میدان تیہ میں دعائیں کرنا جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔ اس کا امکان نہ تھا۔

اس لئے آئمہ مفسرین نے اس کلمہ کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ آپ جائیے اور ان سے مقابلہ کیجیے۔ آپ کا رب آپ کی مدد کرے گا۔ ہم تو مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ کفر کی حد سے نکل گیا۔ اگرچہ جواب نہایت بھونڈا اور دل آزار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ کلمہ ضرب المثل بن گیا۔

غزوہ بدر میں نہتے اور بھوکے مسلمانوں کے مقابلے پر ایک ہزار مسلح نوجوانوں کا لشکر آکھڑا ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر اپنے رب سے دعائیں فرمانے لگے۔ تو حضرت مقداد بن اسود صحابی آگے بڑھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! خدا کی قسم ہم ہرگز وہ بات نہ کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ایسے نازک موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کورا جواب دے کر اپنے سب عہد و میثاق توڑ ڈالے۔ (معارف القرآن:3/102، المعارف)

بحکم آقا ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینے میں رہے:

جس وقت سرکار دوعالم ﷺ مدینے سے روانہ ہورہے تھے۔ تو اس آپ ﷺ کی پیاری شہزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ آقا ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری کیلئے مدینہ ہی میں چھوڑا، انہوں نے اس وقت وفات پائی جب کہ حضور ﷺ بدر میں تھے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی خوشخبری دینے کے لئے آئے، وہ مدینہ میں اس وقت داخل ہوئے جس وقت حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر مٹی ڈالی جارہی تھی۔ (الطبقات الکبری:4/261، عربیہ)

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ میں آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں، پس آپ مجھے بیان کیجئے، کیا آپ جانتے ہیں کہ بے شک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد کے دن میدان جنگ سے چلے گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ جانتے ہیں بیشک وہ بدر سے غائب رہے اور حاضر نہیں ہوئے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: جی ہاں۔۔۔ اس نے کہا اللہ سب سے بڑا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آئیے میں آپ کو بیان کروں: بہر حال ان کا احد کے دن میدان جنگ سے چلے جانا تو پس میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ نے ان سے درگزر کیا اور ان کو معاف کردیا اور رہی بات ان کے بدر سے غائب ہونے کی تو پس بیشک حضور ﷺ کی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور وہ بیمار تھیں پس آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: ان لك اجر رجل ممن شھد بدرا وسھمہ، بیشک آپ کے لئے اس آدمی کی مثل اجر ہے جس نے بدر میں شرکت کی اور ان کو ان کا حصہ بھی دیا۔"

(صحیح بخاری:1/654، رحمانیہ)

عاتکہ بنت عبد المطلب کا خواب:

ادھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو یہ خبر دی کہ مجھ کو قوم کے بچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلائی گئیں اور ادھر مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح میں اونٹ بٹھا کر باآواز بلند یہ پکار رہا ہے۔

(الا انفروا یا آل غدر لمصارعکم فی ثلاث)

ائے اہل غدر اپنے مقتل کی طرف تین دن میں نکل جاؤ۔

لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اونٹ لیے ہوئے مسجد حرام گیا اور پھر یہی آواز دی، اس کے بعد جبل ابی قیس پر چڑھا اور اوپر سے پتھر کی چٹان پھینکی، جب وہ چٹان پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو چور چور ہو گئی اور مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی حضرت عباس سے ذکر کیا اور کہا اے بھائی! خدا کی قسم آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور اندیشہ ہے کہ تیری قوم پر کوئی بلا اور مصیبت آنے والی ہے۔ دیکھو! اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ عباس گھر سے باہر نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور یہ تاکید کی کہ اس خواب کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا، مگر ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اس خواب کا لفظ بلفظ تذکرہ کر دیا۔ اسی طرح بات تمام مکہ میں پھیل گئی، دوسرے روز حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو دیکھا کہ ابو جہل ایک مجمع کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ابو جہل نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی یہ کہا: اے ابو الفضل! تمہارے مرد تو نبوت کے مدعی تھے ہی، اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعوی کرنے لگیں، میں نے دریافت کیا: کیا بات ہے ؟ ابو جہل نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا، اسی اثناء میں ضمضم غفاری ابو سفیان کا پیام لے کر اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیراہن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ پکارتا آرہا ہے کہ اے گروہ قریش! اپنے کاروان کی خبر لو اور جلد از جلد ابو سفیان کے قافلے کی مدد کو پہنچو۔

یہ خبر سنتے ہی قریش پورے ساز و سان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر میں پہنچ کر خواب کی تعبیر بحالت بیداری آنکھوں سے دیکھ لی۔

ضمضم غفاری جب مکہ میں آیا تو قریش کو عاتکہ کے خواب سے ڈر پیدا ہو گیا۔ (سبل الھدی والرشاد: 4/19، نعمانیہ)

لشکر کفار کی تیاریاں اور سامان جنگ:

ادھر ضمضم غفاری ابو سفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا کہ تمہارا قافلہ معرض خطر میں ہے، دوڑو اور جلد از جلد اس کی خبر لو۔ اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہل چل مچ گئی، اس لئے کہ قریش کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا اور ایک ہزار آدمی پورے سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، ابو جہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش و طرب کے ساتھ، گانے بجانے والی عورتوں، طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے اکڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ کما قال تعالی:

(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ) (الانفال: 47)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم ان کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی قوت اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔

تقریبا تمام سرداران قریش شریک لشکر ہوئے، صرف ابو لہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابو جہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہوجانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی، اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا اور اسی طرح امیہ بن خلف نے اول اول بدر میں جانے سے انکار کیا، لیکن ابوجہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہولیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ کے پاس ٹھہرتا اور سعد بن معاذ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس ٹھہرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو جب حرم لوگوں سے خالی ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلا، طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سامنے آگیا اور یہ کہنے لگا اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت تھی) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے؟ امیہ نے کہا: سعد ہے، ابوجہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے۔ تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو۔ اے سعد! خدا کی قسم اگر ابوصفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح وسالم واپس نہیں جاسکتے تھے، سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کردوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا تم ابوالحکم (یعنی ابوجہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے، سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ! بس رہنے دے۔ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا۔ امیہ یہ سن کر گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی ام صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ مایکذب محمد فکاد ان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے اور قریب تھا کہ خوف وہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہوجائے۔ امیہ پر اس درجہ خوف وہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کرلیا کہ کبھی مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ جب ابوجہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا، اس کو اپنی جان کا ڈر تھا، ابوجہل امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا، ابوجہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں، اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے، غرض ابوجہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا، بالآخر یہ کہا کہ اے ابوصفوان! تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خریدوں گا تاکہ جہاں خطرہ محسوس کرو، فورا اس پر بیٹھ کر واپس آجاؤ، امیہ جانے کے لئے تیار ہوگیا اور گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کردو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابوصفوان! تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا، امیہ نے کہا کہ میرا ارادہ تھوڑی دور تک جانے کا ہے، پھر واپس آجاؤں گا، پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا۔ مگر قضاء وقدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا، بدر پہنچا اور میدان قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا۔ ابوجہل کی زبردستی سے ساتھ ہولیا، ابوجہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو تباہ کیا۔ أَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (28) جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ (29) (سیرت المصطفیٰ: 2/58، الحسن)

"وكان المشركون ألفا ويقال: تسعمائة وخمسون رجلا، معهم مائة فرس، وسبعمائة بعير۔"

کفار مکہ کا لشکر جرار جو مسلمانوں کے مقابلے میں آیا، اس کی تعداد ایک ہزار تھی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی تعداد ساڑھے نو سو تھی، ان کے پاس سو گھوڑے تھے اور سات سو اونٹ تھے۔(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ:2/261،دار الکتب العلمیہ)

ابو سفیان کا تجارتی قافلہ بچ کر نکل گیا:

ابن اسحاق نے کہاہے کہ بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء رضی اللہ عنہما چلتے چلتے بدر میں جا پہنچے اور وہاں ٹیلے کی ایک جانب کے قریب اپنے اونٹ بٹھائے اور اپنی مشک لے اس میں پانی بھرنے لگے اور مجدی بن عمرو الجہنی بھی پانی کے پاس ہی تھا اور عدی اور بسبس نے پانی کے پاس آنے والی لڑکیوں میں سے دو لڑکیوں کی آوازیں سنیں جن میں سے ایک دوسری سے چمٹی ہوئی (کشمکش کر رہی) تھی اور جو گرفتار تھی وہ اپنے ساتھ والی سے کہہ رہی تھی کہ کل جب قافلہ آئے گا یا پرسوں، میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کردوں گی تو مجدی نے کہا وہ سچ کہتی ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے چھڑا دیا، عدی اور بسبس رضی اللہ عنہما نے یہ باتیں سن لیں اور اپنے اونٹوں پر بیٹھ کر چلے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جو کچھ سنا تھا آپ کو اس کی اطلاع دے دی اور (ادھر) ابوسفیان احتیاط کے ساتھ قافلے سے آگے بڑھ آیا اور آکر اسی پانی کے پاس اترا اور مجدی بن عمرو سے کہا کیا تم نے کسی کی آہٹ پائی ہے؟ اس نے کہا: میں نے دو آدمیوں کے سوا کسی اور اجنبی کو نہیں دیکھا۔ وہ دونوں سوار اپنے اونٹ اس ٹیلے کے پاس بٹھا کر پانی لینے آئے، اپنی مشک بھر لی اور چلے گئے۔ ابوسفیان ان دونوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ آیا اور ان کے اونٹوں کی مینگنیاں لے کر انہیں توڑا تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں دکھائی دیں (یہ دیکھ کر) کہنے لگا واللہ یہ تو یثرب کا چارہ ہے۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف تیزی سے گیا اور اپنے اونٹوں کے منہ پر مار کر انہیں راستے سے پھیر دیا اور انہیں لے کر ساحل کی طرف چلا اور بدر کو بائیں جانب چھوڑ کر تیزی سے چلا گیا۔(سیرت ابن ھشام:2/128،رحمانیہ)

قریش کی طرف ابوسفیان کا خط:

ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوسفیان اپنے قافلے کو بچالایا تو قریش کو کہلا بھیجا کہ تم تو صرف اپنے لوگوں اور اپنے مال کو بچانے کے لئے نکلے تھے، اس کو تو اللہ نے بچالیا، اس لئے واپس آجاؤ۔ لیکن ابوجہل بن ہشام نے کہا واللہ ہم جب تک بدر نہ پہنچ جائیں، نہیں لوٹیں گے۔ بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلا تھا جہاں ان کے لئے ہر سال بازار لگتا تھا۔ وہاں ہم تین دن رہیں گے، کاٹنے کے قابل جانور کاٹیں گے، کھانا کھلائیں گے، شراب پلائیں گے، گانے والیاں ہمارے سامنے گائیں گی، عرب میں ہماری شہرت ہوگی، ہمارے جانے اور ہمارے اکٹھے ہونے کی خبر پھیلے گی پھر ہمارا رعب داب ان پر چھا جائے گا۔(سیرت ابن ھشام:2/129،رحمانیہ)

بنی زہرہ کو لے کر اخنس کی واپسی:

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی نے جو بنی زہرہ کا حلیف تھا جب کہ وہ الجحفہ میں تھے کہا: اے! بنی زہرہ، اللہ نے تمہارے لئے تمہارا مال بچالیا اور تمہارے لئے تمہارے دوست مخرمہ بن نوفل کو (بھی) بچالیا، تم تو صرف اسے اور اپنے مال کو بچانے کے لئے نکلے تھے، اس لئے اگر کوئی بزدلی کا الزام لگائے تو وہ الزام مجھ پر لگاؤ اور لوٹ چلو کیونکہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں نکلنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں اور ایسا نہ کرو جیسا کہ یہ شخص کہتا ہے۔ یعنی ابوجہل۔ آخر وہ لوٹ گئے اور جنگ بدر میں بنی زہرہ کا ایک شخص بھی نہ رہا۔ سب نے اس کی بات مانی اور وہ ان میں ایسا شخص تھا کہ ہر شخص اس کی بات مانتا تھا۔ قریش کی کوئی شاخ باقی نہ رہی تھی جس میں سے کچھ لوگ نہ نکل آئے ہوں بجز بنی عدی بن کعب کے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ نکلا۔ بنی زہرہ، اخنس بن شریق کے ساتھ لوٹ گئے۔ جنگ بدر میں ان دو قبیلوں میں سے کوئی ایک بھی حاضر نہ رہا اور وہ سب (کے سب) واپس ہوگئے۔ طالب بن ابی طالب جو ان لوگوں میں ہی تھا، اس کے اور قریش کے بعض افراد کے درمیان کچھ سوال و

جواب ہوئے، ان لوگوں نے کہا: اے بنی ہاشم! اگرچہ تم ہمارے ساتھ نکلے ہو لیکن تمہیں محمد (ﷺ) سے الفت ہے تو طالب بھی ان لوگوں کے ساتھ جو مکہ لوٹ گئے واپس ہو گیا اور طالب بن ابی طالب ہی نے کہا:

یا اللہ اگر طالب کسی جنگ میں ایسی جماعت کے ساتھ نکلے جو مخالف اور (خود مجھ سے) بر سر جنگ ہو اور ان رسالوں میں سے ایسے رسالے میں نکلے جو تین سو یا اس لگ بھگ ہو تو ایسا کر کہ جس کا مال لوٹا جا رہا ہو وہ لوٹنے والے کا (رشتہ دار نہ ہو بلکہ) غیر ہو اور ایسا کر کہ جو مغلوب ہو وہ غالب کا (رشتے دار نہ ہو بلکہ) غیر ہو۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کا قول فلیکن المسلوب اور ولیکن المغلوب کی روایت شعر کے کئی راویوں سے پہنچی ہے۔

(سیرت ابن ھشام:2/130، رحمانیہ)

جہیم بن الصلت کا خواب:

غرض یہ کہ قریش پورے سازو سامان کے ساتھ گاتے بجاتے ہوئے روانہ ہوئے، جب مقام جحفہ میں پہنچے تو جہیم بن الصلت نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے، اس نے اپنا سر نیچے کیا، اس کو ہلکی سی اونگھ آئی اور پھر گھبرا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم نے وہ گھڑ سوار دیکھا ہے جو ابھی میرے سر پر کھڑا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں، تم مجنون ہو۔ اس نے کہا: یقیناً ابھی میرے سر پر ایک گھڑ سوار کھڑا تھا، پھر اس نے کہا: قتل ہو گیا ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ اور زمعہ اور ابوالبختری اور امیہ بن خلف اور اس نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو اشراف قریش میں سے غزوہ بدر کے دن قتل ہوئے۔ بعد ازاں اس نے اونٹ کے ایک برچھا مار کر لشکر میں چھوڑ دیا، لشکر میں کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ اس کو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تیرے ساتھ شیطان کھیل کر گیا ہے۔ ابو جہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی تو بہت برہم ہوا اور یہ کہا کہ تم نے بنو ہاشم کے جھوٹ (العیاذ باللہ) کے ساتھ مطلب کے جھوٹ کو بھی جمع کر دیا۔

(سبل الھدی والرشاد:4/23، نعمانیہ)

سورۃ الانفال پارہ 10 آیت نمبر 47 میں ابو جہل کے اسی قول کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ"

(الانفال:47)

ترجمہ: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے تھے اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک رہے تھے اور اللہ نے لوگوں کے سارے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطے میں لیا ہوا ہے۔"

اس آیت میں اشارہ قریش کے حالات کی طرف بھی ہے جو اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے بھاری تعداد اور سامان لے کر اپنی قوت و کثرت پر اتراتے ہوئے نکلے تھے اور جب تجارتی قافلہ مسلمانوں کی زد سے باہر ہو گیا اس وقت بھی اس لئے واپس نہ ہوئے کہ اپنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کرنا تھا۔

مستند روایات میں ہے کہ جب ابو سفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر مسلمانوں کی زد سے بچ نکلے تو ابو جہل کے پاس قاصد بھیجا کہ اب تمہارے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں رہی، واپس آ جاؤ اور بھی بہت سے قریش کے سرداروں کی یہی رائے تھی۔ مگر ابو جہل اپنے کبر و غرور اور شہرت پرستی کے جذبہ میں قسم کھا بیٹھا کہ ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک چند روز مقام بدر میں پہنچ کر اپنی فتح کا جشن نہ منا لیں۔

جس کے نتیجے میں وہ اور اس کے بڑے بڑے ساتھی سب وہیں ڈھیر ہوئے اور ایک گڑھے میں ڈالے گئے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ان کے طریقہ کار سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ (معارف القرآن:4/254، المعارف)

بدر میں دونوں لشکروں کا پڑاؤ:

ابن سعد کہتے ہیں کہ بنو عدی بن کعب بھی لشکر کے ساتھ تھے، جب وہ ایک پہاڑی پر پہنچے تو وہاں سے لوٹے، صبح کو ساحل کی طرف جاتے ہوئے مکہ کی طرف ان کو ابو سفیان بن حرب ملے، انہوں نے کہا اے بنی عدی! کیوں لوٹ رہے ہو؟ تم نہ قافلے میں ہو اور نہ لشکر میں؟ (یعنی نہ تم تین میں ہو اور نہ تیرہ میں) انہوں نے کہا کہ آپ ہی نے قریش کو پیغام بھیجا تھا کہ آپ لوٹ آئیں اور کہا جاتا ہے کہ بلکہ ابو سفیان ان کو مر الظہران میں ملے اور قریش گزر گئے حتی کہ وادی کے اوپر والے کنارے پر، عقنقل کے پیچھے وادی میں اترے اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں بھی اترے، ان کے اور پانی کے درمیان کچھ مسافت تھی، مشرکین نے سب سے پہلے آکر پانی پر قبضہ کر لیا، تو مسلمان پیاسے ہوگئے اور ان کو سخت تنگی پہنچی، شیطان نے ان کے دلوں میں غصہ ڈالا، پھر وسوسہ کیا ان کی طرف کہ تم گمان کرتے ہو کہ بیشک تم اللہ کے دوست ہو اور تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں اور حال یہ ہے کہ مشرکین نے تم سے پہلے پانی پر قبضہ کر لیا ہے، تم عجز و انکساری کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو، اللہ تعالی نے اس رات بہت بارش برسائی تو وہ بارش مشرکین پر سخت موسلادھار تھی، ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور مسلمانوں پر پھوار کی طرح خوشگوار تھی، اللہ نے بارش کے ذریعے ان کو پاک کر دیا، اور ان سے شیطان کی گندگی دور کر دی، زمین سخت ہوگئی، ریت جم گئی، پاؤں ثابت قدم ہوگئے اور پڑاؤ کی جگہ کو ان کے تابع کر دیا، دل مضبوط ہوگئے، بارش نے ان کو چلنے سے نہیں روکا، وادی بہہ پڑی تو مؤمنین نے پانی پیا، مشکیزے بھرے، سواریوں کو پانی پلایا اور جنابت سے غسل کیا، کما قال تعالی:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ۔

(الانفال:11)

ترجمہ:" اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کر دے اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس کے ذریعے (تمہارے) پاؤں اچھی طرح جمادے۔"

اور مسلمانوں کو اس رات اونگھ پہنچی جو (اللہ کی طرف سے) ان پر ڈالی گئی تو وہ سو گئے، حتی کہ ان میں سے ایک کی ٹھوڑی اس کے ہاتھ پر ہوتی اور اس کو پتا بھی نہ چلتا یہاں تک کہ اپنے پہلو پر لیٹ جاتا۔ (سبل الھدی والرشاد:4/29، نعمانیہ)

سیرت المصطفی جلد دوم (2) صفحہ (66) چھیاسٹھ پر ہے کہ لشکر قریش نے پہلے پہنچ کر جن جگہوں پر قبضہ کر لیا تھا وہ جگہیں ہر لحاظ سے زبردست تھیں، بخلاف مسلمانوں کے جہاں وہ اترے نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی، ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا اور ریت میں پاؤں دھنس جاتے تھے۔

میدان بدر:

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ اتفاق سے ان کے ہاتھ دو غلام آ گئے، ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان غلاموں نے کہا: ہم قریش کے سقہ ہیں، پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابو سفیان کا کچھ حال بتلائیں۔ جب ان کو کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابو سفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: کتنے لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی تعداد کتنی ہے؟ غلاموں نے کہا: ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ نے دریافت کیا کہ سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن الحارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ اور منبہ پسران حجاج، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود، یہ سن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ نے قریش کا حال معلوم کیا۔ (سیرت المصطفی: 2/67، الحسن)

نبی کریم ﷺ کی شب بیداری:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس صبح کو جنگ ہونے والی تھی اس رات میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سوئے لیکن حضور اکرم ﷺ نہیں سوئے اور آپ برابر اللہ سے دعا اور التجا کرتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ اس رات صحابہ رضی اللہ عنہم کو میدان بدر کی طرف لے گئے اور کفار مکہ کی قتل گاہیں ان کو دکھلائیں۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 60، فاروقیہ)

مشرکین کا لشکر اسلام کو قلیل سمجھنا:

ابن عائذ کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے جب آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قلیل دیکھا تو گمان کر لیا کہ غلبہ اسی کا ہو گا جس کی تعداد زیادہ ہو گی، کیونکہ ان کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، قلیل سمجھنے والوں میں یہ لوگ شامل تھے: ابوالبختری بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ان کے علاوہ اور لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی: إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (الانفال:49) ترجمہ: "اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہہ رہے تھے کہ ان (مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے حالانکہ جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ سب پر غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔" اس آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرتا ہے جو مدد کا مستحق ہو اگرچہ وہ کمزور ہی ہو، اللہ کی عزت اور اس کی حکمت ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والی جماعت کی مدد واجب ہے، اس میں اللہ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ مدد جماعت کی کثرت کے ساتھ نہیں، صرف اس پر بھروسہ کرنے والے کے لئے ہے۔ (سبل الھدی والرشاد: 4/33، نعمانیہ)

جنگ بدر میں کفار کی قتل گاہیں:

اللہ پاک کے آخری نبی ﷺ رات کے وقت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میدان جنگ کا معائنہ فرمانے کیلئے تشریف لے گئے۔ اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ اسی چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور

ﷺ نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی، اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی ان میں سے کسی ایک نے لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔(صحیح مسلم:2/111،رحمانیہ)

جنگ کی تیاری:

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں قریش کے اترنے سے پہلے (یعنی میدان میں آنے سے پہلے) بنائیں اور قریش آئے اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کی صفیں بنارہے تھے اور ان کو برابر کر رہے تھے، گویا کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ تیر کو سیدھا کر رہے ہیں اور آپ کے پاس اس دن ایک تیر تھا، اسی سے اشارہ کرتے تھے اس طرف جو آگے بڑھا ہوتا اور اس طرف جو پیچھے ہوتا تھا حتی کہ صفیں برابر ہوگئیں، رسول اللہ ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنا جھنڈا حوالے کیا، تو وہ جہاں کا رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا وہاں جھنڈا گاڑھنے کے لئے آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ ٹھہر کر صفوں کو دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ مغرب کی جانب آئے اور سورج کو اپنے پیچھے کیا، مشرکین آئے تو وہ سورج کی طرف متوجہ ہوئے، آپ ﷺ شامیہ کنارے پر اترے اور مشرکین یمانیہ کنارے پر اترے، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں سمجھتا ہوں کہ ہم وادی کے اوپر چڑھ جائیں، کیونکہ میں وادی کے اوپر سے ایک ہوا آتی ہوئی دیکھ رہا ہوں، جو آپ کی مدد کے لئے بھیجی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے صفیں بنالی ہیں اور جھنڈا گاڑھ دیا ہے تو میں اس کو تبدیل نہیں کروں گا، جب آپ ﷺ صفیں سیدھی کر رہے تھے تو حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیٹ میں کچوکہ دے کر فرمایا: اے سواد! (رضی اللہ عنہ) سیدھے ہو جاؤ، حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، مجھے بدلہ دیجئے، حضور ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا کھول کر فرمایا: بدلہ لے لو، حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو گلے لگا کر بوسہ دے دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کام پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی طرف سے معاملہ آچکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ میں شہید ہو جاؤں گا، اس لیے میں نے چاہا کہ آپ کو گلے لگاؤں اور میرا آخری عہد آپ کے ساتھ ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ مبارک دیا۔(سبل الھدی والرشاد:4/33، نعمانیہ)

خطبہ خاتم النبیین ﷺ:

اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ نے جنگ سے پہلے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں ہمارے لئے بھی قیمتی باتیں ہیں۔ چنانچہ پیارے آقا مصطفی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> اللہ تعالی کی حمد و ثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں اسی بات کی ترغیب دلاتا ہوں جس کی ترغیب اللہ تعالی نے دی، ان کاموں سے منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالی نے منع فرمایا، وہ حق بات کا حکم دیتا ہے اور سچ کو پسند فرماتا ہے، بھلائی پر نیکو کاروں کو اپنی بارگاہ میں بلند مقام عطا فرماتا ہے، وہ اسی مرتبہ سے یاد رکھے جاتے ہیں اور فضیلت پاتے ہیں، آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے ہو، اس مقام پر اللہ تعالی وہی عمل قبول فرمائے گا جو صرف اسی کی رضا کے لئے ہو۔ بے شک مصیبت کے وقت صبر ایسی چیز ہے جس سے اللہ پاک رنج و غم دور کرتا ہے اور اسی کے ذریعے تم آخرت میں نجات پاؤگے، تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تمہیں بعض چیزوں سے ڈراتا ہے اور بعض کے کرنے کا حکم دیتا ہے، آج تم حیا کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ رب العزت تم سے اپنی ناراضگی والا عمل ہوتا دیکھے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:
>
> لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (المؤمن:10)

ترجمہ:" (آج) تمہیں جتنی بیزاری اپنے آپ سے ہو رہی ہے، اس سے زیادہ بیزاری اللہ کو اس وقت ہوتی تھی۔۔۔۔"

اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم اپنی جان سے بیزار ہو۔ اس نے اپنی کتاب میں جن باتوں کا علم دیا ہے ان کو دیکھو ، اس کی نشانیوں میں غور کرو کہ اس نے تمہیں ذلت کے بعد عزت بخشی ہے، اس کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، تم سے تمہارا رب راضی ہو جائے گا، تم اپنے رب کو اس موقع پر آزما کر دیکھ لو تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ حق، اس کا قول سچ اور اس کا عذاب سخت ہے، میں اور تم اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں، جو حیی و قیوم ہے، وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور اسی کے کرم کو ہم نے تھام رکھا ہے، اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے، اللہ تعالی ہماری اور سارے مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔(سبل الھدی والرشاد:4/34، نعمانیہ)

مشرکین کی صف بندی

ادھر مشرکین باقاعدہ صف بنا کر جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ ایک مشرک نے کہا مجھے اجازت دو میں دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے کوئی اور فوج کہیں کمین گاہ میں تو نہیں ہے؟ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آس پاس کا چکر لگایا اور آ کر کہا کہ بس یہی ہیں جو سامنے ہیں کوئی اور فوج اور کمک نہیں ہے، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے سرخ موت کو اپنے اونٹوں پر لاد کر ساتھ لائے ہیں، تلوار کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں اور میرا یہ اندازہ ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک موت کو قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ نہ اتار دے، اگر ہمارے آدمی بھی انہی کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا کیا لطف؟ لہذا کوئی سوچ کر رائے قائم کر لو۔

اس دوران حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو اور لوگوں کو واپس لے چلو، عتبہ اس کے لئے تیار ہو گیا، لوگوں کو واپس جانے کے لئے ایک خطبہ دیا، لیکن ابوجہل نے اس سے اختلاف کیا اور طعنہ دیا کہ اپنے بیٹے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی خاطر جنگ سے کترا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں ہے، جنگ میں اس کے قتل ہونے کا اس کو خوف ہے۔

(کشف الباری: کتاب المغازی:60، فاروقیہ)

عتبہ کا اپنے بھائی، بیٹے سمیت مقابلہ کے لئے نکلنا:

ابوجہل کے اس طعنہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو لے کر میدان میں مقابلہ کے لئے نکلا اور تینوں نے نعرہ لگایا : ھل من مبارز؟ (کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟) مسلمانوں میں سے تین انصاری صحابی حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہ، حضرت معوذ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔

(کشف الباری: کتاب المغازی:61، فاروقیہ)

جب یہ تینوں صحابی مقابلہ کے لئے آئے تو عتبہ نے پوچھا، "من انتم" "تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: "رھط من الانصار" "ہم انصار کی جماعت ہیں، عتبہ نے کہا ۔۔۔"ما لنا بکم حاجۃ" ہمارا تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، پھر عتبہ نے کہا، "یا محمد! اخرج الینا اکفاءنا من قومنا" ہماری قوم کے افراد جو ہم جیسے ہوں ان کو مقابلہ کے لئے بھیجیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آگے بڑھو، یہ تینوں حضرات مقابلہ کے لئے آگے نکلے، چونکہ

ان کے چہروں پر نقاب تھے، اس لئے عتبہ نے سوال کیا"من انتم؟" انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ عتبہ نے "نعم، اکفاء کرام "ہاں، یہ لوگ ہمارے مثل ہیں اور عزت والے لوگ ہیں۔ (کشف الباری: کتاب المغازی:62، فاوقیہ)

انفرادی مقابلے میں کفار کو شکست:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لئے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ولید سے ہوا اور ایک ہی وار میں اس کو جہنم رسید کیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ شیبہ بن ربیعہ سے ہوا اور انہوں نے بھی ایک ہی ضرب میں اس کا کام کردیا اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، دونوں ایک دوسرے پر وار کرکے زخمی ہوگئے، عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کٹ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے فریق کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی مدد کو آگئے اور آکر عتبہ کا کام تمام کردیا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی:62، فاوقیہ)

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے، حضرت عبیدہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! میں شہید ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل تم شہید ہو، شہادت سے قبل انہوں نے یہ شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اگر انہوں نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو کوئی پرواہ کی بات نہیں، میں مسلمان ہوں اور میں اللہ سے اس کے صلے میں اعلی درجہ کی زندگی کی امید رکھتا ہوں۔

اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اسلام کا ایسا لباس پہنایا ہے کہ جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا ہے۔"

(کشف الباری: کتاب المغازی:63، فاروقیہ)

ابوجہل کی اپنے خلاف بددعا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لشکر آمنے سامنے آئے اور بعض، بعض کے قریب ہوئے تو ابوجہل نے کہا: اے اللہ! جو ہم میں سے زیادہ قطع تعلقی کرنے والا ہے اور جو ایسے ایسے کام کرتا ہے کہ جو پہچانے نہیں جاتے (غیر معروف کام یعنی برائیاں) تو صبح (اس کو) ہلاک کردے، اے اللہ! جو آپ کو زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہو، اس کی آج کے دن مدد فرما، ابوجہل اپنے خلاف فتح مانگ رہا تھا، اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ (الانفال:19)

(ترجمہ: (اے کافرو) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو! اب فیصلہ تمہارے سامنے آگیا۔) (سبل الھدی والرشاد:4/46، نعمانیہ)

باقاعدہ جنگ کا آغاز:

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدان کارزار گرم ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوں کو ہموار کیا اور پھر ابوبکر کو ساتھ لئے ہوئے عریش (چھپر) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر چھپر کے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے اصحاب اور اپنے احباب کی قلت اور بے سروسامانی اور دشمن کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہوگئے۔ (سیرت المصطفی:2/76، الحسن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور ملائکہ کا نزول:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ عریش کی طرف لوٹے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو مدد کے وعدے کی قسمیں دلا رہے تھے، آپ ﷺ کہہ رہے تھے: (اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ الیوم لاتعبد فی الارض) اے اللہ! اگر آج کے دن یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے، یا رسول اللہ! آپ کا اپنے رب کو اتنی قسمیں دینا کافی ہے، بیشک اللہ تعالی آپ سے اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔ ابن جبیر و ابن ابی حاتم اور طبرانی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کی طرف اشارہ کروں، حالانکہ آپ بڑے ہیں اس بات سے کہ آپ کی طرف اشارہ کیا جائے اور بیشک اللہ تعالی بڑے ہیں اس بات سے کہ اس کو وعدے کی قسمیں دلائی جائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! (رضی اللہ عنہ) میں اللہ تعالی کو اس کے وعدے کی قسمیں دیتا رہوں گا، ان اللہ لایخلف المیعاد، بیشک اللہ اپنے وعدوں کی مخالفت نہیں کرتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن میں نے کچھ قتال کیا، پھر میں جلدی سے حضور ﷺ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سجدے کی حالت میں، یا حی یا قیوم، کہہ رہے تھے، ان دونوں پر کچھ نہیں بڑھاتے تھے (یعنی صرف یہی کہہ رہے تھے) میں قتال کی طرف گیا، پھر میں آیا آپ ﷺ کے پاس تو آپ سجدے میں وہی پڑھ رہے تھے، پھر میں قتال کی طرف گیا، پھر آپ کے پاس آیا تو آپ سجدے میں وہی پڑھ رہے تھے، اللہ نے اس پر فتح عطا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بدر کے دن سے زیادہ سخت قسمیں آپ ﷺ سے نہیں سنیں جو آپ اپنے رب کو دے رہے تھے، یہ فرمارہے تھے (اللھم انی انشدك عھدك و وعدك، اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ الیوم لاتعبد) اے اللہ میں آپ کو آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کی قسم دلاتا ہوں، اے اللہ! اگر آج کے دن یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی، پھر آپ متوجہ ہوئے، گویا کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا، میں شام کے وقت قوم (یعنی مشرکین) کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابن عباس و حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما اور ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب قتال شروع ہوا تو آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے اللہ تعالی سے مدد اور اس کے وعدے کا سوال کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: (اللھم ان ظھروا علی ھذہ العصابۃ ظھر الشرك، ومایقوم لك دین) اے اللہ! اگر مشرکین اس جماعت پر غالب آگئے تو شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں رہے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم، اللہ تعالی آپ کی مدد ضرور کریں گے اور آپ کا چہرہ مبارک روشن کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اونگھ آئی اس حال میں کہ آپ عریش (چھپر) میں تھے، پھر بیدار ہوئے تو اللہ تعالی نے دشمن کو گھیرنے کے وقت ایک ہزار فرشتے پے در پے اتارے اور آپ ﷺ نے فرمایا (ابشر یا ابا بکر) اے ابو بکر! (رضی اللہ عنہ) خوشخبری ہو، یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں، پیلا عمامہ باندھے ہوئے آسمان و زمین کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں، جب وہ اترے تو اسی وقت مجھ سے غائب ہوگئے پھر سامنے آئے اور ان کے گھوڑے کے دانتوں پر غبار تھا اور یہ فرمارہے تھے۔

(اتاك نصر اللہ اذ دعوتہ) اللہ کی مدد آچکی جب آپ نے دعا مانگی۔ (سبل الھدی والرشاد: 4/36، نعمانیہ)

بخاری و نسائی اورابن المنذر رحمۃ اللہ علیہم کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: (اللھم انی انشدك عھدك و وعدك، اللھم ان تشأ لاتعبد بعدالیوم) اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کی قسم دلاتا ہوں، اگر چاہیں تو آج کے بعد آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے کافی ہے، آپ نے اپنے رب پر اصرار کیا ہے، آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ، بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ) (القمر:45،46)

ترجمہ: (حقیقت تو یہ ہے کہ) اس جمعیت کو عنقریب شکست ہو جائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت اور زیادہ مصیبت اور کہیں زیادہ کڑوی ہو گی۔ اور اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ) (الانفال:9) ترجمہ: یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد کا جواب دیا کہ میں تمہاری مدد کے لئے ایک ہزار فرشتوں کی کمک بھیجنے والا ہوں، جو لگاتار آئیں گے۔ یعنی ان میں سے بعض بعض کی اتباع کرنے ولے ہوں گے۔ اللہ تعالی نے ایک اور آیت نازل فرمائی: (أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ) (آل عمران:124)

ترجمہ: کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کو بھیج دے۔ (إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ) (الانفال:12) ترجمہ: وہ وقت جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی کے ذریعے حکم دے رہا تھا کہ: "میں تمہارے ساتھ ہوں، اب تم مومنوں کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دلوں میں رعب طاری کر دوں گا، پھر تم گردنوں کے اوپر وار کرو اور ان کی انگلیوں کے ہر ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔" (سبل الھدی والرشاد:4/38، نعمانیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کی طرف کنکریاں پھینکنا:

اللہ تعالی نے فرمایا (ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی) (الانفال:17) ترجمہ: جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، محمد بن عمر اسلمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تو آپ نے ایک مٹھی کنکریوں کی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی اور فرمایا (شاھت الوجوہ) چہرے سیاہ ہوگئے، اے اللہ! ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کے قدموں کو پھسلا دے، اللہ کے دشمن شکست کھا گئے، کسی چیز کی طرف انہوں نے مڑ کر نہ دیکھا اور اپنی زرہیں ڈال دیں اور مسلمان ان کو قتل کرنے لگے۔

(سبل الھدی والرشاد:4/47، نعمانیہ)

کفار ہتھیار ڈال کر بھاگ نکلے:

جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ شاھت الوجوہ (چہرے خراب ہوئے) پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہ کو حملہ کا حکم دیا۔ ایک لمحہ کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گزرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پر حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے۔ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس مشت خاک کی عجب شان بنائی۔ ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے گا۔

مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان خدا کے دشمنوں کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے لگے۔(سیرت المصطفیٰ:2/85،الحسن)

فرشتوں کو جہاد و قتال کی تعلیم:

فرشتوں کو چونکہ آدمیوں کے قتل کا طریقہ معلوم نہیں تھا اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو قتل کا طریقہ بتلایا۔

(فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ)

"اے فرشتو پس مارو کافروں کی گردنوں پر۔ کاٹ دو ان کے ہر پورے کو۔"(الانفال:12)

ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کے مقتولین انسانوں کے مقتولین سے علیحدہ طور پر پہچانے جاتے تھے۔ مقتولین ملائکہ کے گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان تھے۔

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا، اوپر سے ایک کوڑے اور ایک سوار کی آواز سنائی دی کہ اے حیزوم! آگے بڑھ۔ اس کے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔

انصاری نے آکر یہ تمام واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا: تو نے سچ کہا۔ یہ تیسرے آسمان کی امداد تھی۔(سیرت المصطفیٰ:2/81،الحسن)

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار:

ابن اسحاق نے کہا کہ بنی عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف عکاشہ بن محصن بن حرثان الاسدی نے اپنی تلوار سے یہاں تک جنگ کی کہ وہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے جلانے کی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی انہیں عنایت فرمادی اور فرمایا: قاتل بھذا یا عکاشۃ۔

"اے عکاشہ تم اسی سے جنگ کرو"

اور جب انہوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور اسے ہلایا تو وہ ان کے ہاتھ میں لمبی اور سخت پیٹھ کی اور چمکتے (ہوئے) لوہے کی تلوار بن گئی اور اس سے انہوں نے یہاں تک جنگ کی کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی اور اس تلوار کا نام العون تھا اور وہ ہر وقت ان کے پاس رہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی کو لیے ہوئے وہ جنگوں میں شریک رہا کرتے تھے حتی کہ مرتدوں سے جو جنگ ہوئی اس میں وہ شہید ہوئے اور تلوار اس وقت بھی ان کے ساتھ تھی، ان کو طلیحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا۔(سیرت ابن ہشام:2/147،رحمانیہ)

ابو البختری کو قتل نہ کرنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس دوران یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آنا نہیں چاہتے تھے ان کو زبردستی لایا گیا ہے لہذا ان کو قتل نہیں کرنا، ان میں حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) بھی تھے اور ابو البختری بن ہشام بھی زبردستی لائے گئے تھے۔

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے ابو البختری کو پکڑا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے قتل سے ہمیں منع فرمایا ہے، ابو البختری کا ایک ساتھی اس کے ساتھ مکہ سے آیا تھا، اس نے کہا میرے اس ساتھی کو بھی قتل نہ کرو، انصاری صحابی نے کہا کہ ہر گز نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

صرف آپ کے بارے میں حکم دیا ہے آپ کے رفیق کے بارے میں نہیں، لہذ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ابوالبختری نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے ساتھی کو میرے سامنے قتل کر دیا جائے اور میں زندہ رہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ کے لیے آگے بڑھا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ   حتی یموت او یری سبیلہ

"شریف عورت کا بیٹا اپنے ساتھی کو قتل کے لیے حوالہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ یا تو خود مر جائے یا پھر بچ کر اپنا راستہ دیکھے۔" بالآخر اس انصاری صحابی نے اس کو قتل کر ڈالا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی:66، فاروقیہ)

امیہ بن خلف کا قتل:

اس کے قتل کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور امیہ کے آپس میں تعلقات تھے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ امیہ قتل نہ ہو شاید کہ اس کو بعد میں اسلام کی سعادت نصیب ہو جائے، اس وجہ سے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑ لیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور نعرہ لگایا "لانجوت ان نجا امیۃ" "اگر امیہ بچ گیا تو میں زندہ نہیں رہوں گا" اور انصار کو اس کی طرف متوجہ کیا چنانچہ انصار رضی اللہ عنہم نے تعاقب کیا، پہلے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ کے بیٹے کو اس خیال سے ان کے سامنے کر دیا کہ یہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہوں گے اور اتنی دیر میں، میں امیہ کو لے کر نکل جاؤں گا، لیکن انصار نے بہت ہی جلدی امیہ کے بیٹے کا کام کر دیا اور پھر امیہ کے تعاقب میں دوڑے، جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ دوبارہ آ گئے ہیں اور اب کوئی جائے فرار نہیں ہے تو انہوں نے امیہ کو نیچے لٹا دیا اور خود اس کے اوپر لیٹ گئے اور مقصد یہ تھا کہ مجھے اوپر دیکھ کر یہ لوگ اس خیال سے کہ اگر ہم امیہ کو قتل کریں گے تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ شہید نہ ہو جائے، شاید اس کو چھوڑ دیں لیکن یہ حضرات اس جوش سے جو کفر کے مقابلہ میں ان کے دلوں میں موجود تھا مجبور تھے، چنانچہ انہوں عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے اس طریقہ کو بھی ناکام بنا دیا اس لیے کہ امیہ کی لاش اچھی خاصی موٹی تھی، حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ جب اس کے اوپر لیٹ گئے تو اس کو قتل کرنا ان کے خیال میں اور زیادہ آسان ہو گیا اور اذیت ناک طریقہ سے اس کو قتل کیا اور وہ یہ کہ نیچے سے اس کو نیزے اور تلواریں ماریں اس میں حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا لیکن بے دست و پا بنا کر امیہ بن خلف کو بھی انہوں جہنم رسید کیا۔

نوٹ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے قتل کی پیش گوئی کی تھی ان میں امیہ بن خلف بھی داخل تھا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی:83، فاروقیہ)

ابو جہل کا قتل:

حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوہ بدر کے دن جب میں (مجاہدین) کی صف میں کھڑا تھا، اچانک میں نے اپنے دائیں اور بائیں دو کم عمر لڑکے دیکھے۔ مجھے ان دونوں کی جگہ سے اطمینان نہ ہوا، اتنے میں ایک نے آہستہ سے مجھ سے کہا: (یاعم ارنی ابا جھل) اے چچا! آپ مجھ کو ابو جہل دکھلایئے؟ میں نے کہا اے میرے بھتیجے! تو ابو جہل کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اگر میں اس کو دیکھوں تو اس کو قتل کر دوں یا خود شہید ہو جاؤں۔ دوسرے لڑکے نے بھی مجھ سے اس طرح کی بات کی، پس مجھے نہیں پسند آیا کہ بیشک میں ان دونوں کی جگہ دو آدمیوں کے درمیان ہوتا (یعنی اب اس جگہ سے مجھے اطمینان ہو گیا) میں نے ان دونوں کو ابو جہل کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے اس پر شکرے کی طرح حملہ کیا حتی کہ دونوں نے اس کو مار دیا اور وہ عفراء کے بیٹے تھے۔ (صحیح بخاری: 2/42، رحمانیہ)

معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ عنہ، معاذ بن عمرو الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابوجہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابوجہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں معاذ رضی اللہ عنہ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ ہاتھ بے کار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔

مگر معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ ابوجہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (سیرت المصطفیٰ: 2 / 90، الحسن)

عبیدہ بن سعید کا قتل:

عبیدہ بن سعید ایک بڑا کافر تھا، اس کے جسم کا کوئی حصہ زرہ سے باہر نہ تھا فقط آنکھیں نظر آتی تھیں، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس کی آنکھ میں نیزہ مارا جو اس کے سر کے پار ہو گیا اور وہ گر کر مر گیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سینہ پر پاؤں رکھا اور پوری قوت کے ساتھ کھینچ کر نیزہ کو نکالا تو اس نیزے کے کنارے ٹیڑھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے وہ نیزہ بطور یادگار لیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا تھا۔

اس جنگ میں قریش کے تقریباً ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 67، فاروقیہ)

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کی گرفتاری:

قید ہونے والوں میں حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت قد آور، لحیم، شحیم جسیم آدمی تھے، ان کو حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا جو بہت پستہ قد، بے حد کمزور اور دبلے پتلے آدمی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ابوالیسر! تم نے عباس کو کس طرح گرفتار کیا؟ ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اصل میں میں نے ان کو تنہا گرفتار نہیں کیا ایک آدمی نے میری مدد کی تھی، اس آدمی کو نہ پہلے کبھی میں نے دیکھا اور نہ اس کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آسمان کا فرشتہ تھا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 67، فاروقیہ)

اس امت کا فرعون:

جنگ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ دیکھو ابوجہل کا کیا بنا؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے، عجیب انتخاب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ لیلۃ الجن میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: میرے ساتھ وہ آدمی چلے جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر نہ ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لیا، گویا آپ نے تصدیق کی کہ ان میں ذرہ برابر تکبر نہیں۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں ابوجہل کا کا سر کاٹنے کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اس لئے کہ ان میں ذرہ برابر کبر نہیں تھا اور ابوجہل مجسمہ کبر تھا، اللہ کی حکمت بالغہ کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ اس تکبر و غرور کے پتلے کی روح نکلنے کا سامان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہو جو تواضع اور انکساری کا پیکر تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے، ابوجہل کے سینہ پر چڑھ گئے اور کہا: اخزاك الله يا عدو الله "اللہ کے دشمن! تجھے اللہ

نے ذلیل کر دیا۔" پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کیا، اس وقت ابو جہل نے کہا میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا تا کہ جب سرداروں کی قطار لگائی جائے تو سردار کا سر اونچا نظر آئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور کہا "هذا رأس عدو الله" آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ واقعی ابو جہل کا سر ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا یہ ابو جہل ہی کا سر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد لله الذين اعز الاسلام و اهله "شکر ہے اللہ کا جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت و بلندی عطا فرمائی۔" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ! اس بد بخت نے مجھ سے مرتے ہوئے یہ بات بھی کہی تھی کہ " محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دینا کہ میرے دل میں تمہارے لئے جو بغض و عداوت موجود تھی اس وقت اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ وہ پہلے سے زیادہ ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا اور موسی علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے فرعون سے کفر میں زیادہ شدید تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت اس نے کلمہ پڑھنے کی کوشش کی تھی اور یہ جب مرا تو اپنی شدت کفر کا اظہار کر کے مرا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس کی گردن کاٹی تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دی۔

(کشف الباری: کتاب المغازی: 104، فاروقیہ)

مقتولین بدر کی لاشوں کا کنویں میں ڈلوانا:

انس بن مالک ابو طلحہ سے راوی ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس سرداران قریش کی لاشوں کے متعلق ایک نہایت خبیث ناپاک اور گندے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ کنویں میں جو ڈالے گئے وہ سرداران کفار تھے اور باقی مقتولین کسی اور جگہ ڈلوا دیے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ اور فتح پاتے تو تین شب وہاں قیام فرماتے۔ اسی عادت کے مطابق جب تیسرا روز ہوا تو آپ نے سواری پر زین کسنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور صحابہ آپ کے پیچھے چلتے تھے۔ صحابہ کو یہ خیال تھا کہ شاید کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کنویں کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے اور نام بنام فلاں بن فلاں کہہ کر آواز دی اور یا عتبہ اور یا شیبہ اور یا امیہ اور یا ابو جہل اس طرح نام لے کر پکارا اور یہ فرمایا تم کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ تحقیق جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا ہم نے اس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا؟

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحاق کی کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے: اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے حق میں بہت برا قبیلہ تھے۔ تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھ کو نکالا اور لوگوں نے ٹھکانہ دیا۔ تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی۔ امین کو تم نے خائن بتایا اور صادق کو کاذب کہا، اللہ تم کو بری جزا دے۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا: کیا آپ بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے کلام کو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔ (سیرت المصطفی: 2/94، الحسن)

شہدائے بدر:

جنگ بدر میں کل چودہ مسلمان شہادت سے سر فراز ہوئے۔ جن میں سے چھ مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور آٹھ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ (یہ آنے والی بات کتاب کے حاشیہ میں لکھی ہوئی ہے) پھر انصار میں سے چھ کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے اور دو کا تعلق خزرج سے ہے۔ (دلائل النبوۃ: 3/122، دار الکتب العلمیہ)

مہاجرین شہداء بدر کے نام یہ ہیں(1) حضرت عبیدہ بن الحارث بن مطلب مہاجری رضی اللہ عنہ (2) حضرت عمیر بن ابی وقاص مہاجری رضی اللہ عنہ (3)حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجری رضی اللہ عنہ (4)حضرت عاقل بن البکیر مہاجری رضی اللہ عنہ (5) حضرت مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ مولی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (6) حضرت صفوان بن بیضاء مہاجری رضی اللہ عنہ۔

انصار شہدا بدر کے نام یہ ہیں (7)حضرت سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ (8) حضرت مبشر بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ عنہ (9) حضرت یزید بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ (10)حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ (11) حضرت رافع بن معلّیٰ رضی اللہ عنہ (12) حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہ (13) حضرت عوف بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ (14) حضرت معوذ بن حاث انصاری رضی اللہ عنہ۔

عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے حق جل وعلانے ان پر تجلی فرمائی اور اپنے دیدار انور سے ان کی آنکھوں کو منور فرمایااور کہا: اے میرے بندو! کیا چاہتے ہو؟

اصحاب نے عرض کیا: اے پروردگار! جن نعمائے جنت سے تونے ہم کو سرفراز کیا اس سے بڑھ بھی کوئی نعمت ہے۔ حق تعالی شانہ نے فرمایا: بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ چوتھی مرتبہ اصحاب نے عرض کیا: اے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں پھر ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ پھر تیری راہ میں شہید ہوں جیسے اب شہید ہوئے۔(رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات) وھذا موقوف لفظا مرفوع حکما لانہ لامدخل للرای فیہ واللہ اعلم۔(سیرت المصطفی:2/130تا133،الحسن)

فتح کی بشارت:

(فتح کی بشارت کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ کرنا)

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے۔ اہل عالیہ کی طرف عبد اللہ بن رواحہ کو اور اہل سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو مٹی دے رہے تھے۔(یعنی ان کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے) ان کی تیار داری کے لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ چھوڑ آئے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان بدر میں شریک نہ ہو سکے مگر چونکہ یہ تخلف (پیچھے رہنا) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکما اہل بدر میں شمار کیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ زید بن حارثہ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور زید مصلی پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں: مارا گیا عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو جہل بن ہشام اور زمعہ بن الاسود اور ابو البختری بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔ میں نے کہا اے ابا جان! کیا یہ خبر سچ ہے۔ زید نے کہا: ہاں خدا کی قسم بالکل حق ہے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ روانہ ہوئے اور اسیران بدر کا قافلہ آپ کے ہمراہ تھا۔ مال غنیمت عبد اللہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کے سپر فرمایا۔ جب آپ مقام روحاء میں پہنچے تو آپ کو کچھ مسلمان ملے جنھوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک دی۔ اس پر سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کس چیز کی مبارک باد دیتے ہو۔ خدا کی قسم بوڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کرکے ڈال دیا۔(یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر مبارک باد کے مستحق ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔(سیرت المصطفی:2/96،الحسن)

مدینہ منورہ واپسی اور دو قیدیوں کا قتل:

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے اور انصاری صحابی حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں مال غنیمت دیا، مدینہ منورہ کے قریب مقام صفراء میں جب آپ پہنچے تو قیدیوں میں سے نضر بن الحارث کے بارے میں آپ نے حکم دیا: کہ اس کو قتل کر دیا جائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ صفراء سے جب روانہ ہوئے اور مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا اور عاصم بن ثابت نے اس کی گردن اڑائی۔

یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کو قولا و فعلا ہر طرح سے ایذا رسانی میں مصروف رہتے تھے استہزاء اور تمسخر کرتے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط بدبخت نے ایک مرتبہ آپ کے رخ زیبا پر تھوک بھی دیا اور ایک مرتبہ آپ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے تو اونٹ کی کھال لا کر اسی نے آپ کی کمر پر رکھی تھی، اس وجہ سے آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 69، فاروقیہ)

مال غنیمت کی تقسیم:

اس کے بعد پھر سوال آیا مال غنیمت کی تقسیم کا، مال غنیمت ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا، اس بارے میں صحابہ میں اختلاف ہو گیا جو نوجوان تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جنگ ہم نے لڑی ہے اور کفار کو قتل و قید ہم نے کیا ہے لہذا مال غنیمت ہمیں ملنا چاہیئے اور جو اکابر و بڑے تھے اور پیچھے تھے انہوں نے کہا کہ اگر تم شکست کھاتے تو ہمارے پاس لوٹ کر آتے، تم نے آگے جنگ ہمارے بھروسہ اور پشت پناہی کے سبب جیتی، اس لیے ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ ملنا چاہیئے اور وہ حضرات جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے مقرر تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ مال غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ اسی پر قرآن شریف کی آیت اتری يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ۔ (الانفال: 1) ترجمہ: یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیئے یہ مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔" بہر حال آپ نے یہ مال پھر تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 70، فاروقیہ)

اہل مدینہ کا جوش استقبال:

پھر رسول اللہ ﷺ (تشریف لے) چلے یہاں تک کہ جب تنگ راہ الصفراء سے نکلے تو اس تنگ راہ اور النازیہ کے درمیان سیر نامی ایک ٹیلے پر وہاں کے بڑے درخت کے پاس نزول فرمایا اور یہیں آپ ﷺ نے وہ غنیمت مساویانہ تقسیم فرما دی جو اللہ نے مشرکوں سے مسلمانوں کو دلائی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے کوچ فرمایا، یہاں تک کہ جب مقام روحاء پر پہنچے تو مسلمان اس فتح کی مبارک باد پیش کرنے کے لئے آپ سے آملے جو اللہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھ والے مسلمانوں کو فرمائی تھی۔ (سیرت ابن ہشام: 2/155، رحمانیہ)

قیدیوں کے بارے میں مشورہ:

اسیران بدر کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ ان کا کیا کیا جائے؟ حضرت عمر بن خطاب، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، انما امکنکم اللہ منھم "اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے۔" اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ دشمن پر جب قدرت ہو جائے تو اسے معاف کر دینا اچھا ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے، شاید اللہ تبارک و تعالی ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور یہ ہمارے دست و بازو بن کر اسلام کا دفاع کریں اور اسلام کی ترقی و ترویج کا ذریعہ بنیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فدیہ کا فیصلہ کیا اور ایک ہزار سے لے کر چار ہزار تک درہم فدیہ میں مقرر کئے گئے اور ہر ایک آدمی کی حیثیت کو پیش نظر رکھا گیا، جو لوگ نادار تھے

اور فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا اور جو لوگ ان میں لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہری کہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں، چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر لکھنا سیکھا تھا۔(کشف الباری: کتاب المغازی: 71، فاروقیہ)

اسیران بدر کی تقسیم:

(اسیر ان بدر کی مسلمانوں میں تقسیم اور ان کے ساتھ سلوک اور احسان کا حکم)

مدینہ منورہ پہنچ کر قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا۔

(استوصوا بالاساری خیرا)"قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرو۔"

رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال الحافظ الھیثمی اسنادہ حسن

چنانچہ صحابہ کا یہ حال تھا کہ جن کے پاس قیدی تھے وہ اول کھانا قیدیوں کو کھلاتے اور بعد میں خود کھاتے اور اگر نہ بچتا تو خود کھجور پر اکتفا کرتے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے عینی بھائی ابو عزیز بن عمیر بھی قیدیوں میں تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کے جس گھر میں تھا ان کا یہ حال تھا کہ صبح و شام جو تھوڑی بہت روٹی پکتی وہ تو مجھ کو کھلا دیتے اور خود کھجور کھاتے۔ میں شرماتا اور ہر چند اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں، لیکن نہ مانتے اور یہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ حسن سلاک کا حکم دیا ہے ۔قال الھیثمی فی الصغیر والکبیر واسنادہ حسن۔(سیرت المصطفی:2/99،الحسن)

فدیہ لینے پر عتاب الٰہی:

الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دیگر اکابر صحابہ کی فدیہ لینے کی رائے اس لیے تھی کہ شاید یہی لوگ آئندہ چل کر مسلمان ہو جائیں اور اسلام کے معین و مددگار بنیں اور فدیہ سے فی الحال جو مال حاصل ہو وہ جہاد میں مدد دے اور دینی کاموں میں اس سے سہارا ملے اور ممکن ہے کہ فدیہ کا مشورہ دینے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوں کہ جن کا زیادہ مقصود حصول مال و منال ہو، جس کا منشاء حب دنیا اگرچہ وہ دنیائے حلال ہی ہو یعنی مال غنیمت۔ اس پر بارگاہ خداوندی سے عتاب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

(مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۰ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) (الانفال:67،68)

"ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایان شان نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں، جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رعب پوری طرح ٹوٹ جائے) تم دنیا کا سازو سامان چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت۔ اور اللہ صاحب اقتدار بھی ہے صاحب حکمت بھی۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا، اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آجاتی۔"

اس خطاب سراپا عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں جنھوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فدیہ کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مترشح ہے۔ باقی جن حضرات نے محض دینی اور اخروی مصالح کی بنا پر فدیہ کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض صلہ رحمی اور رحم دلی کی بنا پر فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا تا کہ دوسروں کو مالی

فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور جود و کرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدہ کو ملحوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے۔ آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی زیادہ نظر مالی فائدہ پر تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عتاب ربانی سن کر رو پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(ابکی للذی عرض علی اصحابك من اخذهم الفداء لقد عرض علی عذابهم ادنی من هذه الشجرة)

"تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے راتا ہوں۔ میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا۔" (سیرت المصطفی:2/103، الحسن)

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ:

حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) نے کہا میرے پاس فدیہ ادا کرنے کے لئے تو کچھ بھی نہیں مجھے یوں ہی آزاد کر دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کا فدیہ چار ہزار درہم مقرر کیا تھا جو سب سے زیادہ مقدار تھی۔ جب حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے جو مال پایا تھا اور فلاں جگہ دفن کیا، کیا وہ تمہارے پاس نہیں ہے؟ حضرت عباس نے کہا وہ مال تو میرے اور ام فضل کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا، آپ کو اس کے بارے میں علم ہو گیا واقعی آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، اس کے بعد عباس نے فدیہ ادا کیا اور قرآن کی مجید کی آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (الانفال:70)

ترجمہ: اے نبی! تم لوگوں کے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں، (اور جنہوں نے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے) ان سے کہہ دو کہ: "اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی دیکھے گا تو جو مال تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں دے دے گا اور تمہاری بخشش کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیت میں اللہ نے دو وعدے ذکر کئے: ایک تو یہ کہ جو فدیہ تم سے لیا گیا اس سے بہتر اللہ تم کو عطا کریں گے، اگر تمہارے دلوں میں خیر آ گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کے بعد مجھے چالیس (40) غلام اس فدیہ کے عوض عطا فرمائے اور ہر غلام مال کمانے میں ماہر تھا۔ دوسرا وعدہ مغفرت کا ہے مجھے امید ہے کہ اللہ ضرور میری مغفرت فرمائیں گے۔

(کشف الباری: کتاب المغازی:72، فاروقیہ)

ابو العاص بن الربیع (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ:

انہی قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بن الربیع (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، حضرت زینب نے مکہ سے اپنے شوہر ابو العاص (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ ہار پہنچا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی اور اپنی بیٹی کی بے کسی اور مجبوری کا خیال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ راضی ہوں تو یہ ہار واپس کر دیا جائے اور ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا جائے، تمام صحابہ نے بطیب خاطر اس کی اجازت دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو العاص (رضی اللہ عنہ) سے یہ وعدہ لے کر کہ تم زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ پہنچنے

کے بعد مدینہ روانہ کر دوگے، وہ ہار واپس کر دیا اور ابو العاص (رضی اللہ عنہ) کو جانے کی اجازت دے دی۔ ابو العاص نے حسب وعدہ مکہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لانے کے لئے روانہ فرمایا، چنانچہ یہ دونوں گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ آئے۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 73، فاروقیہ)

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا عمرو:

قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا، ابوسفیان اور کئی دوسرے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ کسی ایک قیدی کا فدیہ نہ دیا جائے، ہمارے اتنے آدمی مارے گئے ہیں اور اب ہم دولت کے انبار بھی ان کے پاس لگائیں، ایسا ہم نہیں کریں گے لیکن مطلب بن ابی وداعہ کا والد ابو وداعہ چونکہ قیدیوں میں تھا تو مطلب نے خفیہ طور پر چار ہزار درہم کی رقم مدینہ منورہ بھیجی اور اپنے والد کو آزاد کرایا، ان کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی فدیے بھیجنے شروع کر دیئے۔ لیکن ابوسفیان اپنی پہلی بات پر ڈٹا رہا۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا حنظلہ مارا گیا ہے، اب دوسرے بیٹے کے عوض دولت ان کے قدموں میں ڈالوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں حضرت سعد بن النعمان انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے عمرہ کرنے کے لئے آئے تھے، ابوسفیان نے ان کو گرفتار کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان جب تک میرے بیٹے کو آزاد نہ کر دیں گے میں ان کو اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کہنے سے ابوسفیان کے بیٹے کو آزاد کیا اور اس کے عوض حضرت سعد بن النعمان رضی اللہ عنہ آزاد ہوئے۔ (کشف الباری: کتاب المغازی: 74، فاروقیہ)

تعداد بدریین میں اختلاف:

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں تین سو تیرہ (313) آدمی تھے۔

(2) بعض روایات میں تین سو (314) کا ذکر ہے۔

(3) بعض روایات میں تین سو (315) کا ذکر ہے۔

(4) اور بعض روایات میں تین سو (319) کا انیس کا ذکر ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک اس صحابی کو جو گنتی کے وقت موجود نہیں تھے لیکن دور سے ایک اونٹ پر آتے ہوئے نظر آئے تھے شمار نہ کیا جائے تو تعداد تین سو (313) بنتی ہے اور گر اس صحابی کو شمار کیا جائے تو تعداد تین سو (314) بنتی ہے۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے توت تو تعداد تین سو (315) بنتی ہے اور اگر ان چار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو صغیر السن تھے اور ان کو جہاد کی اجازت نہیں تھی لیکن وہ ساتھ تھے ان کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد تین سو (319) بنتی ہے۔

(کشف الباری: کتاب المغازی: 98، فاروقیہ)

اہل بدر میں شمار کیے جانے والے صحابہ کرام:

آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے کہ جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن اہل بدر میں شمار کیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کو حصہ عطا فرمایا۔

1۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

2،3۔ طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے قریش کے قافلے کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

4۔ ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کو روحاء سے مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

5۔عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

6۔حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ ، بنی عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو اطلاع پہنچی تھی، اس لئے آپ نے حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

7۔حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوٹ آجانے کی سے مقام روحاء سے واپس فرمادیا تھا۔

8۔خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ ، پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دیئے گئے۔(سیرت مصطفی:2/121،الحسن)

اسماء بدریین مہاجرین:

1۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

2۔ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

3۔ابو عبد اللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

4۔ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

5۔حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

6۔زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

7۔انسہ حبشی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

8۔ابو کبشہ فارسی رضی اللہ عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

9۔ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ

10۔مرثد بن ابی مرثد کناز بن ابی حصن کے بیٹے

11۔عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بھائی

12۔طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ

13۔حصین بن الحارث رضی اللہ عنہ

14۔مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ عنہ

15۔ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

16۔سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ

17۔صبیح مولی ابی العاص رضی اللہ عنہ

18۔عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

19۔عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

20۔شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ

21۔عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ

22۔یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ

23۔ابو سنان بن محصن رضی اللہ عنہ

24۔سنان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ

25۔محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ

26۔ربیعہ بن اکتم رضی اللہ عنہ

27۔ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہ

28۔مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ

29۔مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ

30۔سوید بن مخشی رضی اللہ عنہ

31۔عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ

32۔خباب رضی اللہ عنہ مولی عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ

33۔زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

34۔حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

35۔سعد کلبی رضی اللہ عنہ مولی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

36۔مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

37۔سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ

38۔عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

39۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

40۔عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

41۔مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

42۔عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

43۔مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

44۔ذو الشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ

45۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ
46۔ بلال بن رباح مولی ابی بکر رضی اللہ عنہ
47۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
48۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
49۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
50۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ
51۔ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ
52۔ ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ
53۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
54۔ معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
55۔ زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ
56۔ مہجع مولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
57۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
58۔ عبد اللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
59۔ واقد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
60۔ خولی بن ابی خولی رضی اللہ عنہ
61۔ مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہ
62۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
63۔ عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ
64۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
65۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
66۔ ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
67۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ
68۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
69۔ سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ
70۔ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
71۔ عبد اللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
72۔ معمر بن حارث رضی اللہ عنہ
73۔ خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
74۔ ابو سبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
75۔ عبد اللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
76۔ عبد اللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
77۔ عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ مولی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
78۔ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ
79۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
80۔ عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ
81۔ سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ
82۔ صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ
83۔ عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
84۔ وہب بن سعد رضی اللہ عنہ
85۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
86۔ عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ

(سیرت المصطفی:2/122، الحسن)

اسماء بدریین انصار:

1۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
2۔ عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ
3۔ حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ
4۔ حارث بن انس رضی اللہ عنہ
5۔ سعد بن زید رضی اللہ عنہ
6۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ
7۔ عباد بن بشر رضی اللہ عنہ
8۔ سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ
9۔ رافع بن یزید رضی اللہ عنہ
10۔ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ

11۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
12۔ سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ
11۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
12۔ سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ
13۔ ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ
14۔ عبید بن التیہان رضی اللہ عنہ
15۔ عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ
16۔ قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
17۔ عبیدہ بن اوس رضی اللہ عنہ
18۔ نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ
19۔ معتب بن عبید رضی اللہ عنہ
20۔ عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ
21۔ مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
22۔ ابو عبس بن جبیر رضی اللہ عنہ
23۔ ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ
24۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
25۔ معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ
26۔ عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ
27۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
28۔ مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
29۔ رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
30۔ سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ
31۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
32۔ رافع بن عنجدہ رضی اللہ عنہ
33۔ عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ
34۔ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ
35۔ ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
36۔ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ
37۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
38۔ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ
39۔ انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ
40۔ معن بن عدی رضی اللہ عنہ
41۔ ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ
42۔ عبد اللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ
43۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ
44۔ ربعی بن رافع رضی اللہ عنہ
45۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ
46۔ عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ
47۔ ابو ضیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ
48۔ ابو دحنہ بن ثابت رضی اللہ عنہ
49۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
50۔ حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ
51۔ خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ
52۔ منذر بن محمد رضی اللہ عنہ
53۔ ابو عقیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
54۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
55۔ منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ
56۔ مالک بن قدامہ رضی اللہ عنہ
57۔ حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ
58۔ تمیم مولی سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
59۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ
60۔ مالک نمیلہ رضی اللہ عنہ
61۔ نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ
62۔ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
63۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
64۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

65۔ خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ
66۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
67۔ سماک بن سعد رضی اللہ عنہ
68۔ سبیع بن قیس رضی اللہ عنہ
69۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
70۔ عبد اللہ بن عبس رضی اللہ عنہ
71۔ یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
72۔ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ
73۔ عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
74۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
75۔ سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ
76۔ تمیم بن یعار رضی اللہ عنہ
77۔ عبد اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ
78۔ زید بن المزین رضی اللہ عنہ
79۔ عبد اللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ
80۔ عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
81۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ ابن عبد اللہ بن ابی
82۔ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ
83۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ
84۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
85۔ رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
86۔ عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ
87۔ معبد بن عباد رضی اللہ عنہ
88۔ عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ
89۔ نوفل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
90۔ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
91۔ اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ
92۔ نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
93۔ ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ
94۔ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ
95۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ
96۔ ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ
97۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ
98۔ مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ
99۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ عنہ
100۔ نحاب ثعلبہ رضی اللہ عنہ
101۔ عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
102۔ عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
103۔ ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ
104۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
105۔ ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
106۔ مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ
107۔ عبد ربہ بن حق رضی اللہ عنہ
108۔ کعب بن جماز رضی اللہ عنہ
109۔ ضمرہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
110۔ زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ
111۔ بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ
112۔ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ
113۔ خراش بن صمہ رضی اللہ عنہ
114۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
115۔ عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
116۔ تمیم مولی خراش رضی اللہ عنہ
117۔ عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
118۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
119۔ معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
120۔ خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ

121۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
122۔ حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ
123۔ ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
124۔ عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ
125۔ بشر بن البراء رضی اللہ عنہ
126۔ طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ
127۔ طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ
128۔ سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ
129۔ عبد اللہ بن جد بن قیس رضی اللہ عنہ
130۔ عتبہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
131۔ جبار بن صخر رضی اللہ عنہ
132۔ خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
133۔ عبد اللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
134۔ یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ
135۔ معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ
136۔ عبد اللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
137۔ ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
138۔ سعاد بن زریق رضی اللہ عنہ
139۔ معبد بن قیس رضی اللہ عنہ
140۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
141۔ عبد اللہ بن مناف رضی اللہ عنہ
142۔ جابر بن عبد اللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ
143۔ خلید بن قیس رضی اللہ عنہ
144۔ نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ
145۔ ابو المنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ
146۔ سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
147۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
148۔ عنترہ مولی سلیم بن عمر رضی اللہ عنہ
149۔ عبس بن عامر رضی اللہ عنہ
150۔ ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ
151۔ ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
152۔ سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
153۔ عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ
154۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
155۔ قیس بن محصن رضی اللہ عنہ
156۔ حارث بن قیس رضی اللہ عنہ
157۔ جبیر بن ایاس رضی اللہ عنہ
158۔ سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ
159۔ عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
160۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
161۔ مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ
162۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
163۔ اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ
164۔ فاکہ بن بشر رضی اللہ عنہ
165۔ معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
166۔ عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
167۔ مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
168۔ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ
169۔ خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ
170۔ عبید بن زید رضی اللہ عنہ
171۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
172۔ فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
173۔ خالد بن قیس رضی اللہ عنہ
174۔ جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
175۔ عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ
176۔ خلیفہ بن عدی رضی اللہ عنہ

177۔ عمار بن حزم رضی اللہ عنہ

178۔ سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ

179۔ حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ

180۔ سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ

181۔ سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ

182۔ عدی بن زغباء رضی اللہ عنہ

183۔ مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ

184۔ ابو خزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ

185۔ رافع بن حارث رضی اللہ عنہ

186۔ عوف بن حارث رضی اللہ عنہ

187۔ معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ

188۔ معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ

189۔ نعمان بن یا نعیمان بن عمر رضی اللہ عنہ

190۔ عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ

191۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ

192۔ عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ

193۔ ودیقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

194۔ ابو الحمراء مولی حارث بن عفراء رضی اللہ عنہ

195۔ ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

196۔ حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ

197۔ سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ

198۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

199۔ انس بن معاذ رضی اللہ عنہ

200۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ

201۔ ابو شیخ ابی بن ثابت رضی اللہ عنہ

202۔ ابو طلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ

203۔ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

204۔ عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

205۔ سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ

206۔ ابو سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ

207۔ ثابت خنساء رضی اللہ عنہ

208۔ عامر بن امیہ رضی اللہ عنہ

209۔ محرز بن عامر رضی اللہ عنہ

210۔ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ

211۔ ابو زید قیس بن سکن رضی اللہ عنہ

212۔ ابو الاعور بن حارث رضی اللہ عنہ

213۔ سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ

214۔ حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ

215۔ قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ

216۔ عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ

217۔ عصیمہ اسدی رضی اللہ عنہ

218۔ ابو داؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ

219۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

220۔ قیس بن مخلد رضی اللہ عنہ

221۔ نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ

222۔ سماک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ

223۔ سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ

224۔ جابر بن خالد رضی اللہ عنہ

225۔ سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ

226۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ

227۔ بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ عنہ

228۔ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ

229۔ ملیل بن دبرہ رضی اللہ عنہ

230۔ عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ

231۔ ہلال بن المعلی رضی اللہ عنہ

(سیرت المصطفی:2/124،الحسن)

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

واللہ الموفِّق وھو المُعین۔

مراجع ومصادر

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مکتبہ
1	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ	ادارۃ المعارف
2	آسان ترجمہ قرآن	مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ	معاف القرآن
3	صحیح البخاری	امام محمد بن اسمعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
4	الصحیح المسلم	مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
5	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
6	سیرت ابن ہشام (مترجَم)	محمد بن یسار المطلبی المدنی رحمۃ اللہ علیہ	رحمانیہ
7	دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
8	شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ	امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ
9	سبل الھدی والرشاد	امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ	نعمانیہ
10	سیرت المصطفی	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	الحسن
11	فتح الباری	امام احمد بن علی المعروف بابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی
12	الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع الزھری رحمۃ اللہ علیہ	عمریہ
13	فیض الباری	العلامۃ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	رشیدیہ
14	کشف الباری	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ	فاروقیہ
15	نصر الباری	شیخ الحدیث مولانا عثمان غنی دام ظلہ	الشیخ
16	تاریخ طبری	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت